

۱۰۰ سال قبل طبع ہونے والی
بے مثال کتاب

کشف الحجاب

تصنیف

قاری عبدالرحمن انصاری پانی پتی

تذکرہ حایہ

مولانا الطاف حسین حالی

تقدیم حکیم محمود احمد برکاتی

باہتمام شعبہ نشر و اشاعت

مرکزی جماعتی القراء پاکستان

تقدیم

بر عظیم میں ترک تقلید کی تاریخ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی سے شروع ہوتی ہے
شاہ صاحب کی سفر حرمین سے مراجعت (۱۱۴۵ھ / ۱۷۳۲ء) کے بعد شیوخ حرم کے اثر
سے ان کے رجحانات خیالات اور نقطہ نظر میں جو انقلاب آیا اس کے نتیجے میں وہ اگرچہ خوف فساد
خلق سے عمل تو حنفی فقہ پر ہی کرتے رہے مگر ان کے فکر و نظر میں جو تبدیلی آئی اس کے لئے باوصف
اعتیاد یہ کہنا پڑتا ہے کہ وہ ایسے حنفی نہیں رہے جیسے تمام علماء احناف ہوتے رہے ہیں اور ہیں۔

انہوں نے تقلید پر (تقلید میں جموہی پرہیزی) تنقیدیں کیں۔ تقلید میں اعتدال کی دعوت دی
اجتہاد کا باب بند کر دیئے جانے کا شکوہ کیا، ائمہ اربعہ کے مذاہب فقہی میں توافق و تطبیق کی کوششیں
کیں، موطا و امام مالک کو دوسری کتب حدیث پر ترجیح دی۔ اور اسے اپنے یہاں داخل نصاب کیا اس
کی دُرُ شرحیں لکھیں، 'المسویٰ اور المصنفی' جن میں ۸۰ فیصد مسائل میں احناف سے اختلاف کیا اور
ان ۸۰ فیصد میں سے ۷۰ فیصد مسائل میں شوافع کی تائید و حمایت کی، یہ تو فروع کا ذکر تھا، اصول میں
انہوں نے صد فی صد شوافع سے اتفاق کیا اور شافعییت کو اقرب الی السنۃ کہا
مختصر یہ کہ سفر حرمین سے مراجعت کے بعد بھی وہ اگر حنفی تھے تو بقول ڈاکٹر محمد مظہر بقا
ایسے حنفی کہ

"اصول فروع میں ان کا اختلاف امام ابو حنیفہ کے ساتھ اتنی کثرت کے ساتھ
ہے کہ علمائے احناف میں سے آج تک کسی نے امام صاحب کے ساتھ اتنا اختلاف
نہیں کیا۔" ^۱

اسی طرح کہا جاسکتا ہے کہ غیر شوری طور پر یہی سہی وہ ترک تقلید کے لئے فضا برسا رکھا اور

۱۔ ڈاکٹر محمد مظہر بقا، اصول فقہ اور شاہ ولی اللہ، ادارہ تحقیقات اسلام

اسلام آباد ۱۹۷۳ء، الخیر الکثیر، ڈاکٹر محمد مظہر بقا، ص ۳

نہیں ہموار کئے، اور ان کی تحریروں کو ترکِ تقلید کی طرف اقدام کہنا بے جا نہیں ہو سکتا۔
 شاہ صاحب کے فرزند جانشین شاہ عبدالعزیزؒ حنیف ایک سو حنفی تھے یا وہی سادہ سی
 بات کہ جیسے اور سب علماء، احناف تھے اور ہیں ایسے حنفی تھے۔ یہی نہیں بلکہ انہوں نے اپنے دوسرے
 (۱) اصول مذہب حنفی اور (۲) ماخذ ائمہ اربعہ میں اپنے والد ماجد کے نظریات کا (بغیر نام لئے)
 رد کیا ہے، فروع میں مقلدین وغیر مقلدین کے درمیان اختلافی مسائل میں وہ تمام علمائے احناف
 کے ہم نوا تھے۔

مگر شاہ ولی اللہ کے پوتے اور شاہ عبدالعزیزؒ کے بھتیجے شاہ محمد اسماعیل نے اپنے جد بزرگوار
 کی تحریروں کے مطالعے کے بعد اور ساتھ بعض مورخین کے بیان کے مطابق محمد بن عبد الوہاب کی کتاب التوحید

علی مولانا عبدالکلام آزاد کا بیان ہے کہ شاہ ولی اللہ کا مسلک مجتہدانہ اور تقلید مذاہب سے انکار
 تھا، اور شاہ عبدالعزیزؒ مقبولیت کی عام راہوں سے بے پروا ہو کر کام نہ کر کے اور شاہراہ عام پر چلتے رہنے کے
 سوا چارہ کار نہ دیکھا، 'اول میں ان کا قلم اپنے والد کے مسلک پر بے اختیار چلنے لگا تھا مگر پھر رک گئے اور اختیار
 کے ساتھ قلم اٹھانے لگے۔ اگر اپنے والد کے مسلک پر رہتے تو مقبولیت عوام سے دستبردار ہونا پڑتا۔ . . .
 مولینا کے خیال میں شروع میں شاہ عبدالعزیزؒ کا مسلک بھی تقلید مذاہب سے انکار تھا مگر مقبولیت عوام کی
 حرص میں وہ اپنے والد بزرگوار سے بالکل الگ ہو گئے، مقبولیت عوام کے علاوہ دوسرا سبب مولینا کے خیال میں یہ
 تھا کہ شاہ ولی اللہ کے وصال پر جب مولینا خضر الدین دہلوی نے ان کی دستار بندی کی تو کان میں یہ بھی کہا
 کہ "تمہارے والد بزرگوار کے دامن پر ایک دھبہ لگ چکا ہے، تمہارا کام یہ ہے کہ اسے صاف کر دو۔ " شاہ
 عبدالعزیزؒ نے یہ درخواست پوری کر دی۔ "میاں نذیر حسین کے سوانح نگار نے بھی تقریباً یہی بات کہی ہے
 مگر ذرا باریک کا تا ہے: شاہ عبدالعزیزؒ جب اپنے والد بزرگوار کی مسند پر بطور جانشین متمکن ہوئے
 مرغ و مرغیاں پالیسی اختیار کی" ص ۱۸۴

۱۔ وہ تقلید کے دائرے سے نکل کر عمل بالمحدث کو اپنا شعار بنا چکے تھے، شاہ ولی اللہ کا مسلک
 یہی درجہ دین وغیرہ تھا، مولینا مسعود عالم ندوی معارف شمارہ ۳، جلد ۱۵

الف: نقش آزاد، مرتبہ غلام رسول مہر لاہور ۱۹۵۸ء ص ۳۱۳ تا ص ۳۲۰

کے مطالعہ کے بعد تقلید امام معین کا قلاب اپنی گردن سے اتار پھینکا اور اپنے اس نئے مسلک کو صرف نظری نہیں رہنے دیا بلکہ عمل کے میدان میں بھی اقدام کیا اور رفع یدین کرنے اور آمین بالجہر کہنے لگے۔ انہوں نے ان مسائل کو اپنی ذات تک محدود نہیں رکھا بلکہ ان کی تبلیغ بھی شروع کر دی اور اس طرح بات خواص سے عوام تک پہنچی دہلی سے صادق پور تک پہنچی، مدرسہ رحیمیہ سے جامع شاہجہانی کی سیڑھیوں تک پہنچی 'فارسی سے اردو تک پہنچی اور شاہ ولی اللہ کے اجمال سے تفصیل تراوش کرنے لگی اور ان کے اشارات سے مراحتوں کے برگ و بار نمودار ہونے لگے۔

یہ ۱۸۱۴ء کے ارب قریب کا ذکر ہے۔

اس وقت اگرچہ شاہ عبدالغنی (شاہ اسماعیل کے والد) کا دھمال ہو چکا تھا مگر شاہ رفیع الدین زندہ تھے، شاہ عبدالقادر زندہ تھے اگرچہ کمر باندھے ہوئے تیار بیٹھے تھے، شاہ عبدالعزیز زندہ تھے اگرچہ رزع البواسیر کے عوارض کا شکار اور دبیر تھے، چنانچہ ایک شاہ عبدالعزیز کے ایماء پر شاہ عبدالقادر نے شاہ اسماعیل سے کہلوا یا کہ:

”رفع یدین چھوڑ دو اس سے خواہ مخواہ فتنہ ہوگا“

شاہ اسماعیل نے جواب دیا کہ اگر عوام کے فتنے کا خیال کیا جائے تو اس حدیث کے کیا معنی ہوں گے۔
”من تمسک بستی عند فساد امتی فله جرمۃ تشہید“ کیونکہ جو کوئی سنت متروکہ کو اختیار کرے گا عوام میں ضرور شورش ہوگی۔“

شاہ عبدالقادر نے شاہ محمد یعقوب سے جو دونوں کے درمیان قاصد تھے کہا:

”بابا! ہم تو سمجھے تھے کہ اسماعیل عالم ہو گیا۔ مگر وہ تو ایک حدیث کے معنی بھی نہ سمجھا یہ حکم تو اس وقت ہے جب سنت کے مقابل خلاف ہو۔ اور باخنی فیہ میں سنت کا مقابل خلاف سنت نہیں ہے بلکہ دوسری سنت ہے کیونکہ جس طرح رفع یدین سنت ہے اسی طرح ارسال بھی سنت ہے۔“

لکھا ہے کہ یہ جواب سن کر شاہ اسماعیل خاموش ہو گئے اور کوئی جواب نہ دیا۔

۱۸۱۴ء میں شاہ عبدالقادر اور سنہ ۱۸۱۸ء میں شاہ رفیع الدین وصال فرما گئے اور صرف

شاہ عبدالعزیز رہ گئے تھے جو کبر سن اور امراض و عوارض کی بنا پر بے خبر اور بے اثر سے ہو کر رہ گئے تھے چنانچہ شاہ اسماعیل نے مزید اقدام کیا اور اپنے عالی مقام چچا کے جیتے جی سید احمد صاحب سے بیعت ہو گئے اور اب تک زبانی تبلیغ کرتے تھے اب قلم بھی ہاتھ میں لیا اور پہلے تقویت الایمان اور پھر تنویر العینین فی مسئلہ رفع الیدین لکھ کر دائرہ تبلیغ وسیع کر دیا۔ خاندان کے دو سکرانہ نے زبان اور قلم سے افہام و تفہیم کا حق ادا کیا۔ شاہ مخصوص اللہ نے شاہ اسماعیل کی تقویت الایمان کے جواب میں معید الایمان تالیف کی ان کے بھائی شاہ محمد موسیٰ نے حجتہ العمل سے فہم البطلان الجملہ اور رسالہ در تحقیق استعانت تالیف کئے مگر پھر بھی بات بڑھی نہیں تھی اور شاہ عبدالعزیز ہزار معذوریوں کے باوجود صرف اپنے وجود گرامی سے شیرازے کو پریشان ہونے سے مانع تھے ان کی وفات (۷ شوال ۱۲۳۹ھ / ۶۱۸۲۳) کے صرف ۷ ماہ بعد ۲۹ ربیع الثانی ۱۲۴۰ھ کو دہلی والوں نے دیکھا کہ شاہ ولی اللہ کا خاندان جامع شاہجہانی میں باہم صف آرا ہے۔ ایک طرف شاہ عبدالعزیز کے داماد مولوی عبدالحی بڑھانوی اور شاہ اسماعیل ہیں دوسری طرف شاہ مخصوص اللہ شاہ محمد موسیٰ مولانا رشید الدین خان وغیرہ ہیں لیکن مناظروں نے کبھی مسائل کو حل کیا ہے جو یہ مسئلہ حل ہوتا بات بڑھتی ہی رہی تا آنکہ شاہ اسماعیل سکھوں سے جہاد کے لئے سرحد کی طرف روانہ ہو گئے اور اپنے پیچھے اپنے پیرو، ہم مسلک اور ہم زبان عدم تقلید کی تبلیغ کے لئے چھوڑ گئے۔

شاہ عبدالعزیز نے اپنی زندگی ہی میں اپنا جانشین اپنے ذوالے شاہ محمد اسحق کو منتخب کر دیا تھا وہ نانا کے وصال کے فوراً بعد جج و زیارت کے لئے چلے گئے تھے، (بزم مناظرہ میں بھی شریک نہیں تھے) دو سال بعد وہاں سے واپس ہوئے تو شاہ اسماعیل تو سرحد جا چکے تھے ان کی تحریک اور اس کے اثرات باقی تھے اس کے ازالہ کے لئے شاہ محمد اسحق نے جو تدابیر اختیار کیں وہ شاہ عبدالعزیز کے خلیفہ اور جانشین اور حلقہ ولی اللہی کے خلیفہ وقت کے شایان شان تھیں شاہ محمد اسحق کا انتخاب شاہ عبدالعزیز نے سوچ سمجھ کر پرکھ کر کیا تھا وہ خلیفہ اور داعیانہ مزاج نے کر نہیں، محققانہ اور معلمانہ مزاج نے کر پیدا ہوئے تھے خطیب و داعی کی بات میں گرم نوائی اور جوش ہوتا ہے معلم و محقق (مدرس) کا کلام محتاط اور حقیقت پسندانہ ہوتا ہے وہ شاعری کی

زبان میں بات کرتا ہے، یہ ریاضی کی، اسے حق کی تبلیغ و ابلاغ کا شوق ہوتا ہے، اسے احتیاق حق اور باطل، باطل کی فکر ہوتی ہے، وہ آتش فشاں ہوتا ہے، یہ نرم رو، وہ گرم خو ہوتا ہے، یہ نرم خو، وہ پر جوش ہوتا ہے، یہ باوقار، اس کا سابقہ عوام سے ہوتا ہے اس کا معاملہ طلباء سے۔ چنانچہ اس آشوب اجتہاد کا سب سے مؤثر دفاع شاہ اسحق نے ہی کیا، اگرچہ انہوں نے بطور خاص شاہ اسماعیل اور ان کے رفقاء کے رد میں کوئی رسالہ بھی نہ لکھا، وہ ۲۹ ربیع الثانی ۱۲۲۰ھ کی مجلس مناظرہ میں تو اس لئے شریک نہیں ہو سکے تھے کہ ان دنوں وہ سفر حرمین پر تھے، مگر وہ ہوتے بھی تو ان کے مزاج و افتاد طبع کے پیش نظر ہماری رائے یہ ہے کہ وہ شریک بھی نہ ہوتے اور بہت ممکن ہے کہ یہ قضیہ وہ عوام کی عدالت میں پیش کرنے جامع مسجد تک بیجانے کے خلاف رائے دیتے۔ مگر اس باب میں ان کے جذبات کی تندہی و تیزی کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ شاہ اسحق کے تلمیذ سعید و رشید اور خلیفہ نواب مولانا قطب الدین خان لکھتے ہیں:

”اور چند سال گزرے ہیں میں نے چشم خود دیکھا تھا کہ مولینا اولانا و مرشدنا استاذنا خاتم المحدثین مولانا شاہ محمد اسحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے طعن کرنے والوں پر خفا ہوتے تھے کہ رنگ آپ کا سرخ ہو جاتا تھا اور فرماتے تھے کہ بدون تقلید مذہب ایک امام کے بنتی ہی نہیں اور آپ حنفی المذہب تھے“

توقیر الحق ص ۳ طبع لاہور

نواب صاحب کا یہ بھی بیان ہے وہ تارکین تقلید کو ”صال و مضل فرماتے تھے“

توقیر الحق ص ۹

شاہ اسحق نے ۱۲۵۴ھ میں جو فتویٰ دیا اس میں بھی یہی الفاظ ہیں

”اتباع ایشان (مذہب اربعہ) اتباع کتاب و سنت باید دانست...
کسے کہ حقیقت مذہب اربعہ نداند و انکار اتباع للشان کند ضال است“

تنہیہ الضالین ص ۳۶

عبد القاری عبد الرحمن صاحب بھی لکھتے ہیں جناب مولینا اسحق صاحب و غلوں لاہندہوں کو صال و مضل فرماتے تھے وہ کشف الحجاب

لیکن اس شدت جذبات کے باوصف آپ نے اس فرقہ کے رد کے سلسلے میں وہ طرز عمل اختیار فرمایا جو عین تدبیر اور ہوشمندی تھا، یعنی تنہا ان حضرات سے نبرد آزما اور برسرِ پیکار ہونے کے بجائے ایسے علماء کی تربیت کے لئے خود کو وقف کر دیا جو ہر محاذ پر ملک کے ہر گوشے میں زبان سے اور قلم سے ان منکرین تقلید کی تردید و تفلیط کر سکیں اور اس مقصد کے حصول کے لئے وہ مدرسہ رحیمیہ کی مسندِ درس سے منظم ہو کر رہ گئے۔ تدریس حدیث اور طالبانِ علوم و دین کی تربیت فکر و نظر کے علاوہ انہوں نے دوسرے مشاغل حتیٰ کہ تصنیف و تالیف کی طرف بھی توجہ نہیں کی وہ برسوں ہمہ تن عالم سازی اور مصنف گری میں مصروف رہے۔

درس حدیث کے دوران تمام مناسب مواقع پر اختلافی مسائل میں ائمہ اربعہ خصوصاً الامام الاعظم کے مذاہب فقہی کی تائید کر کے منکرین تقلید کا رد فرمادیا کرتے تھے۔

”ہم نے دیکھا جناب مولینا محمد اسحق صاحب علیہ الرحمۃ کو وقت پڑھانے حدیث کے جہاں تعارض ہوا حدیث اور روایت فقہی میں اس وقت حدیث متمسکہ حنفیہ کی بیان فرما کر دفع تعارض کر دیا کہ پڑھنے والے کو لیکن ہو گئی اور سوا ظنی بہ نسبت مذہب (فقہی) کے نہ ہونے پائی بلکہ حقیقت مذہب اپنے کی دل میں خوب جگمگتی شاہ اسحق کے اس کارخانہ عالم سازی اور مصنف گری کے ڈھالے ہوئے ہزاروں عالم دین حنفی اور حامیان مذہب ابی حنیفہ میں سے ایک بزرگ مولینا حافظ قاری عبدالرحمن پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔

قاری صاحب ۱۲۲۴ھ/ ۱۸۰۶ء میں پانی پت میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم اپنے والد قاری محمدی انصاری سے حاصل کی اس کے بعد دہلی پہنچے اور اپنے عہد کے فضلاء کے میکدوں پر ٹوٹ پڑے مولوی سید محمد حاجی قاسم مولینا رشید الدین خان اور مولینا مملوک العلی سے تحصیل علوم کی پھر درس حدیث کی تحصیل کے لئے اس دور میں حدیث کی سب سے بڑی نامور مرکزی درس گاہ مدرسہ رحیمیہ میں داخلہ کا افتخار حاصل کیا اور وقت کے سب سے بڑے خادم العلوم حدیث شاہ محمد اسحق محدث دہلوی کے سامنے دامن طلب دراز کیا اور کئی سال خدمت میں رہ کر افعال و اقوال

سرور کائنات (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اسرار و معارف سے بقدر ذوق و ظرف اپنا حصہ حاصل کی۔
ویسے بارہا اپنے والد کے ساتھ شاہ عبدالعزیز کے درس قرآن میں شرکت کی سعادت بھی حاصل کی
اور یوں ان کا سلسلہ شاہ اسحق کے واسطے سے حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) تک واسطوں
سے پہنچا ہے۔

امردہ جاکر مولوی قاری امام الدین امروہوی سے قرآن و تجوید اور سلوک کی تعلیم و تربیت
حاصل کی۔

۱۲۵۸ھ (۱۸۴۱ء) میں جب شاہ اسحق نے متعدد دینی مصالح کی بناء پر دارالطرب سے ہجرت
کر کے عازم حرمین شریفین ہوئے تو دہلی باندھ نواب ذوالفقار الدولہ نے ان سے درخواست کی
تھی کہ اس طرف (باندھ) ہوتے ہوئے تشریف لے جائیں چنانچہ شاہ صاحب پہلے باندھ تشریف
لے گئے۔ وہاں نواب صاحب نے شاہ صاحب سے باندھ میں قیام کے لئے اپنے کسی محترم اور فاضل
شاگرد کو منتخب کرنے کی درخواست کی شاہ صاحب نے قاری صاحب کا انتخاب فرمایا۔ چنانچہ قاری صاحب
باندھ منتقل ہو گئے اور مسلسل ۱۶ سال وہاں تدریس خصوصاً تجوید کی تعلیم و تربیت میں مصروف رہے
باندھ ہی سے ۱۲۶۰ھ میں حج زیارت کے لئے گئے اور تقریباً ایک سال وہاں رہ کر شاہ اسحق
سے دوبارہ حجاز ستہ کی سند حرم بیت اللہ میں حاصل کی۔

۱۲۷۳ھ / ۱۸۵۷ء میں باندھ سے پانی پت چلا آئے اور آخر عمر تک وہیں درس و افادہ میں
مصروف رہے ۱۳۱۲ھ / ۱۸۹۴ء میں مولوی عبدالغنی حسنی نے پانی پت پہنچ کر ان کی زیارت کی تھی اور
ان سے سند حدیث حاصل کی وہ لکھتے ہیں ع

”مولینا عبدالرحمن صاحب بہت کبیر السن ہیں ان کو پانچ چھ سال سے نقرس کا
عارضہ ہے اور ایک سال سے نزول المایہ بھی ہو گیا ہے.... مکان ان کا مسجد سے
متصل ہے زمانہ مکان کے بالاولیٰ پر رہتے ہیں... بہت خلوت پسند اور دائم
صائم ہیں۔“

آج کل مولینا باوجود کبر سن اور عذر رشیدیہ کے تین سبق پڑھاتے ہیں؛ سبق

توقرة سبعہ کے ایک عورتوں کو اور ایک مردوں کو اور ایک سبق موطا کا

— اسی کتاب کے حاشیہ میں مولانا سید سلیمان ندوی تحریر فرماتے ہیں علی
قاری عبدالرحمن پانی پتی کے نام سے مشہور ہیں شاہ محمد اسحق صاحب کے شاگرد
اس زمانے کے بہت سے علماء نے آپ سے حدیث پڑھی اور قرأت سیکھی۔

— مولوی سید عبدالحی نزہتہ الخواطر میں قاری صاحب کے متعلق لکھتے ہیں علی
سماں افضل عصرہ فی الفقہ واعرفہم بطرقہ... کان در عاتقیافا نقیاً
فصیحاً مستخیر الفروع للمذهب مع الحزبۃ التامہ بالفقہ والاصول صار
جميع اوقاتہ بخدمت القرآن والحديث ثم نفعہ لاهل العلم ما من عالم من

علماء الحنفیہ فی عصرہ الاخذ عنہ

شاہ ولی اللہ نے درس قرآن کریم کا مبارک سلسلہ شروع کیا تھا جسے ان کے بعد شاہ عبدالعزیز
اور ان کے بعد شاہ اسحق نے التزام کے ساتھ جاری رکھا شاہ اسحق کے بعد ان کے جانے کن کن تلامذہ
نے یہ جاری رکھا ہوگا مگر موزخ کی کم لگا ہی نے ان کے ذکر خیر کو نظر انداز کر دیا مگر بہر حال شاہ اسحاق
کے دو عزیز و سید شاگردوں مولینا ذاب قطب الدین خاں اور قاری عبدالرحمن پانی پتی نے درس قرآن
کا التزام رکھا مولینا الطاف حسین حالی نے جو قاری صاحب کے صدیق تلامذہ میں سے ایک تھے
اور جنہوں نے قاری صاحب کی ایک مختصر سوانح عمری بھی تحریر فرما کر ایک بڑی ضرورت پوری کر دی ہے
لکھتے ہیں کہ شاہ اسحق صاحب درس قرآن ہر جمعہ کو دیا کرتے تھے قاری صاحب بھی تقریباً پچاس برس
ہر جمعہ کو درس قرآن دیتے رہے اپنی وفات سے تین چار ہفتے پہلے تک یہ سلسلہ جاری رہا۔

قاری صاحب کے اختلاف میں ان کے فرزند مولوی عبدالسلام کا ذکر صاحب نزہتہ الخواطر نے
اپنے سفرنامہ اطراف دہلی میں کیا ہے علی

قاری صاحب کا شمار تلامذہ کا شمار سہل و ممکن نہیں الحمد للہ ہمارے بے نفس اسلاف کرام

علی ایضاً ص ۴۹ سے نزہتہ الخواطر الجزء الثانی ص ۲۴۵ ص ۲۴۶ مثلاً میری جدہ مکر کے

ناما مولینا علی احمد محدث بہاری نے جو شاہ اسحق کے تلمیذ سعید اور میاں ندیر حسین کے ہم سن اور دوست
بھی تھے نوبت میں یہ سلسلہ جاری رکھا تھا ص ۴۹

زہد و عفت کی شکل دینا جانتے تھے نہ ان کے یہاں مستفیدین کے نام رجسٹر کرائے جاتے تھے بہر حال قاری صاحب نے ۱۶ سال باندھ میں اور تقریباً ۲۰ سال پانی پت میں ۵۶ سال مسلسل درس دیا، اس عرصہ میں اندازہ ہی کیا جاسکتا ہے کہ صد ہا علما نے ان سے علوم و معارف ہندی حاصل کئے ہوں گے مولوی سید عبدالحی تو یہاں تک لکھ گئے ہیں کہ ان کے دور میں ہر حنفی عالم نے ان سے فیض حاصل کیا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ علماء اخاف میں ان کا کوئی معاصر شاید کثرت افادہ اور کثرت تلامذہ میں ان کا سہیم و مثل نہیں تھا۔

زندگی بھر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سامعہ نوازیوں سے مجاس درس کو آباد رکھنے والا آخر ایک دن "اولیٰ" سے "آخرہ" کی طرف رحلت کر گیا، ۹۰ سال عمر پائی، تاریخ وفات ۲ ربیع الثانی ۱۳۱۲ھ / ۶۱۸۹۶ء -

آپ کے صرف تین رسائل کا سراغ مل سکا ہے۔

۱: تحفہ نذیریہ، مطبع نظامی کانپور ۱۲۸۳ھ (۱۸۶۶ء)

۲: محو الفساد فی تلفظ المضاد، ضخامت ۸۴ صفحات

۳: کشف الحجاب، مطبع بہار کشمیر لکھنؤ ۱۲۹۸ھ (۱۸۸۲ء)

قاری صاحب کو شاہ اسحق کے تلامذہ میں نمایاں مقام حاصل تھا انہیں عمر طویل اور استقلال و ثبات کی سنات بھی ارزانی ہوئی تھیں وہ تقریباً ساٹھ سال اپنے شیخ کے افکار کی ترویج و اشاعت اور ان کے مسلک کی تائید و حمایت میں بہم پہنچے، ساتھ ہی وہ منکرین تقلید کے رد و ابطال سے بھی غافل نہیں رہے اس سلسلے میں انہوں نے جو کام کیا اس کے کئی عنوان ہیں۔

● منکرین تقلید مسلسل یہ باور کرانے کی کوشش کرتے رہے کہ شاہ اسحق بھی مجربین تقلید میں سے تھے اور اس طرح انہوں نے پورے ولی اللہی خان دادے پر ہی ہاتھ صاف کیا تھا۔

● دوسری غلط بات وہ یہ باور کراتے رہے کہ میاں نذیر حسین (ترک تقلید کے داعیوں میں شاہ اسماعیل کے بعد جن کا درجہ ہے) شاہ اسحق کے شاگرد اور خلیفہ تھے۔

ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ شاہ عبدالعزیز تقلید و عدم تقلید کے سلسلے میں واضح اور دو ٹوک نقطہ نظر رکھتے تھے وہ بلا خلاف حنفی تھے اور انہوں نے اگرچہ ادباً وضاحت نہیں کی مگر نام لئے بغیر

اپنے والد ماجد کے نظریات کا رد تک لکھا تھا۔ یہی مسلک ان کے برادر زادوں شاہ مخصوص اللہ شاہ محمد موسیٰ کا تھا۔ یہی مسلک ان کے نواسوں شاہ محمد اسحق اور شاہ محمد یعقوب کا تھا اور شاہ محمد اسحق کی دوسری صفات و اخلاق کے عدادہ ان کی حقیقت راسخہ بھی ان کے انتخاب خلافت کا باعث ہوئی تھی مگر شاہ اسحق و شاہ یعقوب جب دیار نبی ہجرت کر گئے اور ۱۸۶۱ء میں شاہ مخصوص اللہ اور ۱۸۵۷ء میں شاہ محمد موسیٰ انتقال فرما گئے۔ مدرسہ رحیمیہ خالی ہو گیا تو ان حضرات نے موقع کو غنیمت جان کر جو غلط باتیں ان بزرگوں کے متعلق مشہور کیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ شاہ اسحق وہابی تھے۔

حالانکہ میاں نذیر حسین کا محض ادعا ہے دوسرے اس ادعا میں بھی ان کو انفراد حاصل ہے کوئی دوسرا ان کا ہم نوا اور ہم زبان نہیں۔ قاری صاحب نے اس قول کے ابطال اور اس اتہام کو رفع کرنے کی بھی کوشش کی بلکہ یہ انکشاف بھی کیا کہ میاں نذیر حسین مولوی حفیظ اللہ خاں اور مولوی عبدالقادر بناری شاہ اسحق کی حقیقت راسخہ و کاملہ کے پیش نظر خود کو بھی حنفی ظاہر کرتے تھے اور احناف کی تائید و حمایت میں جوش کا اظہار کرتے تھے۔

میاں نذیر حسین اپنی تحریک کی مقبولیت کی خاطر اور دہلی کے مسلمانوں میں اپنی ساکھ قائم کرنے کے لئے شاہ اسحق سے تلمذ کا دعویٰ بھی کرتے تھے اور اسی انتساب و تلمذ کے سہارے شاہ صاحب کی خلافت و جانشینی کا دعویٰ بھی کرتے تھے اور خود کو میاں صاحب کہلانے لگے تھے جو کہ دہلی میں صرف شاہ ولی اللہ کے خاندان کے ساتھ مختص تھا۔ میاں صاحب حقیقت میں مولوی عبدالخالق کے شاگرد تھے اور شاہ اسحق کے دربار میں ایک شاگرد کے شاگرد کی حیثیت سے حاضری دیتے رہتے تھے اور اس دور کے سب لوگ انہیں اسی حیثیت سے جانتے تھے، اس لئے میاں نذیر حسین کو مدت تک یہ جرات نہیں ہوئی کہ وہ خود کو شاہ اسحق کا شاگرد ظاہر کریں۔ اور اس نسبت کو حصول مقاصد کا ذریعہ بنائیں بالآخر ۱۲۹۲ھ/۱۸۷۶ء میں یعنی جب شاہ اسحق کو دہلی سے ہجرت کر کے ۳۴ سال ہو گئے تھے اور اکثر

علاء الحیات بعد المماتہ مد۵۸۶ھ (یہ بھی ملحوظ رہے کہ میاں صاحب نے یہ دعویٰ ۱۸۷۶ء میں کرتا

شروع کیا جب کہ شاہ اسحق کی ہجرت کو ۳۴ سال اور ان کے وصال کو ۳ سال بیت چکے تھے اور ولی اللہ خاندان کے تمام اہل علم ختم ہو چکے تھے اور ایک نسل ختم ہو چکی تھی۔) مٹے کشف الحجاب ص ۱

تلاذہ بھی وصال فرما چکے تھے اور ایک پوری نسل ختم ہو چکی تھی، میاں صاحب نے یہ دعویٰ کر دیا مگر خوش قسمتی سے اس وقت شاہ اسحق کے جانشین اور مولینا نواب قطب الدین خان اور قاری عبدالرحمن پانی پتی بقید حیات تھے۔ ان دونوں حضرات نے بر محل میاں صاحب کو ٹوکا اور ان کے تلمذ کا انکار کیا ان حضرات کے انکار کی اہمیت اس لئے بھی ہے کہ میاں صاحب ان دونوں کا اپنا شریک رس بتاتے تھے۔

کشف الحجاب میں قاری صاحب لکھتے ہیں کہ :

سید نذیر حسین صاحب نے کس روز میاں صاحب (شاہ اسحق) سے پڑھائے فقط ہجرتِ ایام میں بطرح اغوائے خلق کے ایک ایک حدیثِ اوائل چند کتب کی سنا کر ایک پرچہ لکھوا لیا، وعظ میں بھی کبھی جانا نصیب ہوا ہو، کبھی کبھی تعطیل میں مسئلہ پوچھنے کو جاتے تھے۔

اور میں ایام طالب علمی میں اپنے والد کے ساتھ جناب مولینا شاہ عبدالعزیز قدس سرہ العزیز کے وعظ میں جایا کرتا تھا۔ اور سوا وعظ کے بھی حاضر ہوتا تھا اور پھر زمانہ مولینا اسحق میں بھی اکثر حاضر رہا کبھی ان لوگوں کو پڑھتے نہیں دیکھا بلکہ ایک مرتبہ قطب الدین خاں صاحب نے مجھ سے پوچھا تھا کہ مولوی نذیر حسین صاحب نے تین میاں صاحب کا شاگرد بتاتے ہیں انہوں نے کس زمانے میں میاں صاحب سے پڑھا ہے میں نے جواب دیا کہ میں نے تو ان کو کبھی پڑھتے نہیں دیکھا۔

میاں نذیر حسین کی غلط باتوں اور باطل دعوؤں کی تردید اور ان کے گمراہ کن نظریاتِ افکار کی تفلیط، تحریری طور پر ہی نہیں بلکہ خود میاں صاحب کو سوانح عمری سے معلوم ہوتا ہے کہ قاری صاحب نے ان سے مناظرے بھی کئے ہیں۔

تذکرہ مولانا صاحب

مولانا الطاف حسین حالی کا ایک غیر مطبوعہ مضمون

(۱)

حضرت شاہ اسحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں میں سے مولانا قاری عبدالرحمن انصاری ایک بہت پایہ کے بزرگ گزرے ہیں۔ جن کا وطن پانی پت اور رہائش محلہ انصار میں تھی۔ حضرت شمس العلماء مولانا حالی نے انہی سے اپنے بچپن اور جوانی میں حدیث کا علم تحصیل کیا تھا، جب ۱۸۹۶ء میں حضرت قاری صاحب کی وفات ہو گئی تو مولانا کو اپنے لائق استاد کے انتقال کا نہایت مدہ ہوا۔ مرض الموت میں انہی کے پاس رہے اور خدمت کرتے رہے جس وقت انہوں نے داعی اجل کو لبیک کہا تو مولانا حالی الگ ایک کونے میں بیٹھ کر رونے لگے اور عرصہ تک بہت مغموم و محفل رہے، انہی ایام میں آپ نے اپنے قابل تکریم استاد کی عادات و خصائل پر ایک بڑا ہی بصیرت افروز مضمون لکھا، جو آج پہلی مرتبہ اس شکل میں آپ کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے، ارادہ تھا کہ اسے نئی سی کتاب کی صورت میں شائع کروں گا۔ جبھی مولانا حالی کے صاحبزادے سے اس کا دیباچہ بھی لکھوایا تھا۔ یہ مضمون نہ صرف یہ کہ مولانا حالی کے تبرکات میں سے ہے بلکہ بہت سبق آموز اور نصیحت خیز بھی ہے، میں نے اس مضمون کی عرصہ دراز تک تلاش و جستجو کی، مگر ہر جگہ سنا کامی ہوئی اور سال کے بعد میں جب اُس کی طرف سے مایوس ہو چکا تھا تو اتفاقاً ایک روز حضرت مولانا کے ایک دوست حافظ محمد یعقوب صاحب مجددی مرحوم نے مجھ سے کہا کہ میرے پاس مولانا حالی کا ایک مضمون ہے اگر تم لینا چاہو تو قیمت طے کر لو، مجھے تو مولانا کے متعلق ہر بات کی ٹوہ رہتی ہی ہے، اچھل پڑا اور جواب دیا

"فردر دکھلائیے جو آپ فرمائیں گے حاضر کروں گا۔" مضمون انہوں نے دکھلایا تو یہی تھا جواب آپ کے سامنے ہے اور جسے تلاش کر کر کے میں تھک گیا تھا قیمت کا معاملہ کیا طے ہونا تھا جو رقم حافظ صاحب مرحوم نے مانگی 'بلا چون و چرا' میں نے ادا کر دی اور مضمون لے لیا۔

بعد ازاں حضرت مولانا کے فرزند ارجمند مخدومی سجاد حسین صاحب مرحوم سے اس کا دیباچہ لکھنے کے لئے عرض کیا 'انہوں نے میری عرضداشت قبول فرمائی اور ایک مختصر سا دیباچہ تحریر فرمادیا۔ افسوس ہے کہ یہ مضمون میں خواجہ صاحب کی زندگی میں شائع نہ کر سکا۔ اور عرصہ دراز کے بعد آج مکرری مدیر "نقد و تنقید" کی مہربانی کی بدولت اسے شائع کرنے کی نوبت آئی ہے۔ امید ہے کہ ناظرین مولانا حالی کے اس تبرک سے محفوظ ہوں گے

خاکسار محمد اسماعیل پانی پتی

(۲)

یہ مضمون جس کو شیخ محمد اسماعیل صاحب چھپوا کر شائع کر رہے ہیں 'والد مرحوم (مولوی الطاف حسین حالی) نے اپنے استاد اور اپنے وطن کے قابل فخر بزرگ حضرت مولانا قاری عبدالرحمن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے چند روز کے بعد ۱۸۹۶ء میں لکھا تھا۔ شیخ محمد اسماعیل صاحب نے اس مضمون کی ایک نقل کوشش اور کچھ روپیہ خرچ کر کے مولانا مرحوم کے ایک دوست سے حاصل کی ہے اور اس کو شائع کرنے سے ان کا مقصد یہ ہے کہ مضمون کے ساتھ اسلامی دنیا کے ایک مشہور بزرگ کے حالات بھی محفوظ ہو جائیں جو پڑھنے والوں کے لئے سبق آموز اور ان کے دلوں میں اسلامی تعلیم کی وقعت پیدا کرنے والے ہیں۔

یہ بات کہ حضرت مولانا قاری عبدالرحمن صاحب کس پایہ کے عالم اور بزرگ تھے اور یہ کہ مضمون نگار کے دل میں اپنے بزرگ استاد کی کس قدر عزت اور محبت تھی ذیل کے مضمون کے مطالعہ سے بخوبی معلوم ہو گی۔

میں شیخ محمد اسماعیل صاحب کا خاص کر اس وجہ سے شکر گزار ہوں کہ مطبوعہ مضامین حالی میں یہ مضمون پہلے نہیں چھپا اور اگر ان کو اس کا خیال نہ آتا تو ممکن تھا کہ وہ کچھ عرصہ بعد تلف ہو جاتا

اور مسلمانوں کی آئندہ نسلیں ایک ایسے بزرگ کے حالات سے بے خبر رہیں جو اس اخیر زمانہ میں سلف
صالحین کا نمونہ تھے۔ خدا تعالیٰ شیخ صاحب موصوف کو جزائے خیر دے اور سب مسلمانوں کو حضرت قاری
صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی سے عبرت اور سبق حاصل کرنے کی توفیق دے۔ آمین

خاکسار

سجاد حسین عفی اللہ عنہ

خلف خواجہ الطاف حسین حالی مرحوم و مغفور

از پانی پت، محلہ افغاناں



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

وَمَا مِنْ دَرِيَّةٍ أَكْبَرُ عَلَى الْإِسْلَامِ مِنْ مَوْتِ أَهْلِ اللَّهِ وَعُلَمَاءِ الدِّينِ

(یعنی اسلام پر کوئی مصیبت اصل اللہ اور علماء دین کی موت سے زیادہ بڑی نہیں)

افسوس! ہزار افسوس اور صد ہزار افسوس!!! کہ قدوة العلماء و بقیۃ السلف الصالحین حاجی قاری
مولوی عبدالرحمن صاحب انصاری رئیس پانی پت نے تاریخ ۱۲ ربیع الثانی ۱۳۱۴ ہجری یوم دوشنبہ
شام کے تین بجے بعارضہ تپ و بچیش اسٹھ سات دن بیمار رہ کر کچھ کم فوٹے برس کی عمر میں دنیا سے رحلت
فرمائی اور رات کے دس بجے امیر مودود لاری قدس سرہ کے مزار کے قریب بڑوالے کھیت میں دفن
کئے گئے۔ باوجود یہ کہ رات کا وقت تھا اور بھینز و تکفین میں نہایت عجلت کی گئی تھی جس کی وجہ سے
دیہات میں خبر نہ پہنچ سکی، پھر بھی قریب پانچ ہزار آدمی کے جنازہ کی نماز میں موجود تھا اور سینکڑوں
مرد اور عورتیں دعا میں مار مار کر روتے تھے چاروں طرفوں کے رئیس، اہل حرفہ، کاشتکار اور سوداگر
جنازہ کی مشایعت میں شریک تھے۔

مولانا مغفور قاری محمدی صاحب کے خلف الصدق اور قاری قادی بخش صاحب اور قاری

احمدی صاحب کے جو قلعہ دہلی میں اکثر سلاطین اور خاص کر بادشاہ کی اولاد کے استاد تھے (حقیقی بھتیجے تھے) ان کے والد اور دونوں چچاؤں نے جناب قاری مصلح الدین صاحب پانی پتی سے جن کے صاحبزادے قاری لالہ صاحب تمام ہندوستان میں مشہور تھے تجوید اور قرأت سیکھی اور انہیں کے خاندان کی بدلت پانی پت دہلی اور مضافات دہلی میں فن تجوید شائع ہوا۔ حفاظ و قرأت کی تعداد ہزاروں سے گزر کر لاکھوں تک پہنچ گئی خصوصاً مولانا مرحوم نے جس قدر قرآن مجید کی خدمت دس برس کی عمر سے اخیر عمر تک کی وہ شاید ہی کسی کو نصیب ہوئی ہوگی۔

مولانا نے قرآن اور کسی قدر صرف و نحو اور قرأت دہلی میں اپنے والد ماجد سے (جبکہ وہ بخشی محمود خاں کے ہاں سے متعلق تھے) پڑھی تھی اور وہ اپنے والد کے ساتھ شاہ عبدالعزیز صاحب کے وعظ میں جایا کرتے تھے جب والد کا انتقال دہلی میں ہو گیا تو مولوی سید محمد صاحب حاجی قاسم صاحب مولوی رشید الدین خان صاحب سے کسی قدر کتب درس قدیمہ اور زیادہ تر مولانا مملوک علی صاحب سے پڑھیں اور صحاح ستہ کی سند جناب مولانا شاہ محمد اسحق صاحب سے مِنْ اَوَّلِهِ اِلٰی اٰخِرِهِ حاصل کی اور ان کے ہاتھ معیت طریقت کی اور امر وہ میں جا کر قاری امام الدین صاحب سے علم قرأت اور علم تصوف کا اکتساب کیا۔

طالب علمی کے زمانے میں جو انہماک اور استغراق ان کو تحصیل علم میں رہتا تھا اس کا اندازہ اس بات سے ہو سکتا ہے کہ ان کے عزیز اور ہم عمر دوست جو اس زمانہ میں دہلی ان سے ملنے جاتے تھے وہ ان سے سلام علیکم یا سرسری مزاج پرسی کے بعد صاف کہہ دیتے تھے کہ "اس سے زیادہ فرصت ملنے یا بات چیت کرنے کی نہیں ہے" جب خدا بامر دلوائے گا اُس وقت ملیں گے" طالب علمی کے زمانے میں جو سختیاں اور محن و مشاق انہوں نے اٹھائی ہیں ان پر اس زمانہ میں یقین آنا مشکل ہے۔

۱۲۵۸ھ میں جب حضرت شاہ محمد اسحق صاحب ہجرت کے ارادے سے حرمین شریفین کو جانے لگے اس وقت مولانا مرحوم بھی ان کے ہمراہ تھے چونکہ مرحوم ذوالفقار بہادر نواب باندہ نے شاہ صاحب سے درخواست کی تھی کہ حرمین کو اس طرف سے تشریف لے جائیں اس لئے شاہ صاحب اول باندہ تشریف لے گئے اور مولانا مرحوم کو نواب ذوالفقار بہادر کے پاس باندہ میں چھوڑ گئے تھے تقریباً سولہ برس مولانا صاحب باندہ میں رہے اور اس عرصہ میں تمام علوم عقلیہ و نقلیہ کی درس و تدریس کرتے رہے شاہ صاحب

کے تشریف لے جانے کے دو سال بعد حج کو جانے کا اتفاق ہوا۔ وہاں جا کر بعد حج کے کچھ کم ایک سال ہے پھر شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر رہے اور صحاح کی سند دوبارہ حرم محترم خاص خطیم میں بیٹھ کر حاصل کی جب شاہ صاحب حرمین کو روانہ ہوئے تو قرآن مجید کا درس جو وہ ہر جمعہ کو فرمایا کرتے تھے اس میں تقریباً

نصف قرآن شریف کا درس باقی رہ گیا تھا۔ مولانا مرحوم نے باجائز شاہ صاحب باندھ میں باقی سیپاروں کا درس ختم کیا اور اس کے بعد ابتداء سے قرآن کا درس دینا شروع کیا اور تقریباً چار برس برابر ہر جمعہ کو ان کا درس ہوتا رہا۔ خاص خاص حالتوں کے سوا کبھی کوئی جمعہ ناغہ نہیں ہوا۔ یہ قرآن بھی مغربی ختم ہونے والا تھا صرف کسی قدر تیسواں پارہ باقی رہ گیا تھا کہ مولانا کے کوچ کا وقت آن پہنچا۔

چند سال سے مولانا مرحوم کی دونوں آنکھوں میں پانی اتر آیا تھا، انہوں نے زیادہ تر اسی نیال سے کہ قرآن مجید کا درس ختم ہو جائے منظر نگر جا کر ایک آنکھ بنوائی مگر اس سے اچھی طرح کارروائی نہیں ہوتی۔ اس لئے ارادہ تھا کہ دوسری آنکھ بھی بنوائیں مگر چونکہ اجل مسمیٰ کا وقت ملنے والا نہ تھا، یہ آرزو پوری نہ ہوئی۔

مولانا مدوح کے فضائل و کمالات اور اعلیٰ اخلاق اور نچتہ خصائل بیان کرنے کے لئے ایک جدا کتاب درکار ہے مختصر یہ کہ جو خصوصیات علمی و عملی مولانا مرحوم میں پائی جاتی تھیں۔ ان کے لحاظ سے ان کا نظریہ دور دور نظر نہیں آتا۔ ان کی تمام عمر کتبِ درسیہ کی تدریس میں گزری تھی ایک ایک کتاب کو بیس بیس تیس تیس دفعہ اول سے آخر تک پڑھایا۔ اس سبب سے تمام کتابیں ایسی منجھ گئی تھیں کہ مشکل سے مشکل کتاب بلا تردد اور بغیر مطالعہ کے نہایت عمدگی سے پڑھاتے تھے صحاح ستہ کو جس حد تا حد احتیاط اور ادب و تعظیم کے ساتھ وہ پڑھاتے تھے اس کی نظیر کہیں نہیں دیکھی گئی۔

علمِ قرآنہ جس میں قرآن سبعہ اور ان کے روایوں کے اختلافات اور نیز قرأتِ خیر متواتر و شاذہ کا بیان ہے اس میں مولانا مرحوم تمام ہندوستان میں اپنا جواب نہ رکھتے تھے اور چونکہ اس فن کو ان سے بہت ہی کم لوگوں نے حاصل کیا تھا، اس لئے اخیر عمر میں ان کی دلی خواہش یہ تھی کہ لوگ ان سے اس فن کو حاصل کریں اور لوگوں کی اس طرف سے بے توجہی دیکھ کر خوف کیا کرتے تھے کہ مبادا یہ علم اس ملک سے ناپید ہو جائے۔

ان کی تمام عمر کتبِ درسیہ اور صحاح ستہ کے درس و تدریس میں گزری تھی، مگر اب ان کو

کوئی مشغلہ قرآن مجید کی تلاوت اور قرآن علم قرأت اور علم تجوید کی تعلیم سے زیادہ عزیز اور مرغوب نہ تھا باوجودیکہ کئی برس سے قوی میں نہایت اضحلال پیدا ہو گیا تھا۔ سماعت بہت کم ہو گئی تھی اور بیانی بالکل نہ رہی تھی مگر ہمیشہ بیس پچیس سبق قرآن مجید کے مردوں اور قوم کی عورتوں کو پڑھاتے تھے سخت سے سخت مرض اور تکلیف میں بھی رمضان شریف کے روزے اور ایک قرآن تراویح میں سننا بھی ترک نہیں ہوا۔ حتیٰ کہ گزشتہ رمضان شریف میں باوجود کمال ضعف و ناتوانی کے سارا قرآن شریف تراویح میں سنایا اور تمام رمضان شریف کے روزے رکھے۔

نماز سے جس کی نسبت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے قَسْرَةُ عَيْنِي فِي الصَّلَاةِ فرمایا ہے انہوں نے عجیب طرح کا تعلق پیدا کیا تھا کہ نماز کا وقت ہوتے ہی وہ بے چین ہو جاتے تھے اور جب تک نماز اول وقت ادا نہ کر لیتے تھے دنیا و مافیہا سے کوئی سروکار نہ رکھتے تھے۔ قرآن مجید جس کی تلاوت اور خدمت اور تعلیم میں تقریباً اسی برس گزرے تھے گویا ان کی رگ و پے میں سرایت کر گیا تھا اس میں سر مو مباغض نہیں کہ اگر بالفرض وہ تمام قرآن سوتے سوتے ختم کر دیتے تو ان کو ایک جگہ بھی متشابہ نہ لگتا۔ اور ایک حرف بھی قواعد تجوید و ترتیل کے خلاف ان کے منہ سے نہ نکلتا۔

وہ قرآن کے الفاظ و حروف کو بقصد و ردیت مخارج سے نہیں نکالتے تھے بلکہ تمام حروف کو اپنے مخارج سے ادا کرنا ان کا سلیقہ اور طبیعت بن گیا تھا۔ وہ فرماتے تھے کہ مکہ معظمہ کی اقامت کے زمانے میں جب اور ضروری کاموں سے فرصت ہوتی تھی تو میں جہاں کہیں عربوں کے چھوٹے چھوٹے بچوں کو کھیلتے دیکھتا وہاں جا کھڑا ہوتا اور ان کے لب و لہجہ پر غور کرتا اور جہاں تک ہو سکتا تھا اسی طرح حروف و الفاظ کے ادا کرنے کی کوشش کرتا۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی نسبت جو حدیث میں "أَخَفَ وَأَتَمَّ" کا لفظ وارد ہوا ہے اس کے معنی مولانا مرحوم کی نماز اور تلاوت قرآن کا ڈھنگ دیکھ کر بالکل ذہن نشین ہو جاتے تھے وہ قرآن مجید بہت جلد پڑھتے تھے مگر کیا امکان ہے کہ تجوید و ترتیل کے خلاف ایک حرف زبان سے نکلے۔

انہوں نے تمام قراتوں میں سے امام نافع کی وہ روایت جو ان کے شاگرد و امام قاتلون کے

توسط سے پہنچی ہے اختیار کر لی تھی۔ آخر دم تک اسی روایت کے موافق قرآن مجید پڑھایا۔ چونکہ اس روایت میں مدد و شد بہت کم ہے اور مولانا مرحوم کی مشق و مہارت منہائے کمال کو پہنچ گئی تھی اس لئے باوجود نہایت تیز پڑھنے کے تجوید و ترتیل میں سرمو فرق نہ آتا تھا۔

ان کے وعظ کہنے کا طریقہ تمام داعیین کے طریقہ کے بالکل خلاف تھا ان کا وعظ درحقیقت درس ہوتا تھا جس میں لغو داستانیں اور فضول قصے کہانیاں بالکل نہ ہوتی تھیں اور کوئی بات خارج از آہنگ معرض بیان میں نہ آتی تھی۔ اول قرآن کی آیت کے صاف اور سیدھے معنی بیان کرتے تھے پھر اس کی ترکیب کا حال اور نہایت ضروری تفسیر اور مسائل فقیہہ جو آئمہ مجتہدین نے اس سے استنباط کئے ہوں، یا کوئی ضروری اور مفید بحث جو فی الواقع قرآن کے معانی و الفاظ سے تعلق رکھتی ہو بیان کرتے تھے، اس لئے ان کے وعظ سے سامعین کو بے انتہا فائدہ ہوتا تھا اور نہایت مفید کام کی باتیں اور مسائل لوگوں کو معلوم ہوتے تھے۔

مذکورہ بالا اوصاف کے علاوہ مولانا مرحوم میں وہ اعلیٰ درجہ کی صفات بھی تھیں جو بڑے بڑے مقدس علماء و مشائخ میں بھی نہیں دیکھی جاتیں۔ وہ ان لوگوں میں سے تھے جن کی نسبت ارشاد ہوا ہے کہ يُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَخَافُونَ كُوفَةً لَا يَمُوجُ جو کچھ ان کے دل میں تھا وہی زبان پر تھا۔ جس بات میں خدا اور رسول کی مرضی دیکھی گو سارا زمانہ اس کے برخلاف ہو ان کو اس بات کے کرنے میں کچھ باک نہ تھا اور جس امر کو حکم الہی کے خلاف سمجھا گو کہ ساری برادری اور کنبہ اس کو اچھا جانے وہ ہمیشہ اس کے مخالف ہے اور جہاں تک ممکن ہو اس کے مٹانے میں کوشش کی۔

انہوں نے شادی و غمی کا تمام بیہودہ رسمیں یک قلم اپنے ہاں سے موقوف کر دیں بلکہ بعض لغویات تمام برادری اور کنبے سے موقوف کر دیں مگر جیسا کہ حدیث میں آیا ہے۔ بَدَأَ الْإِسْلَامَ غَرِيبًا وَسَيَعُودُ غَرِيبًا فَطُوبَى لِلْغُرَبَاءِ۔ ان کی ہدایتوں اور نصیحتوں پر زیادہ تر عمل کرنے والے اور ان کا حکم بجالانے والے غریب اہل حرفہ، کاشتکار اور دوکاندار لوگ تھے جو ہمیشہ ان کی خدمت میں حاضر رہتے، آٹھویں روز ان کی مجلس وعظ میں شریک ہوتے اور برسوں دن میں ان کا قرآن سنتے تھے۔ ان لوگوں نے صد ہا رسوم و بدعات صرف مولانا مرحوم

کی ہدایت سے ہمیشہ کے لئے ترک کر دیں۔
وہ صرف زبانی نصیحتوں پر ہی اکتفا نہ کرتے تھے بلکہ ہمیشہ ترک رسوم بدعات اور ایسے
سنن میں خود نمونہ بن کر لوگوں کو اس کی طرف مائل کرتے تھے۔

مولانا مرحوم شخص تعلیٰ اور نمود کی باتوں سے نہایت نفرت کرتے تھے معاملات میں
ایسے صاف اور کھرے آدمی دنیا میں بہت کم ہوتے ہیں، ایٹ اور لیت و لعل ان کے مزاج و مطلق
نہ تھی، نہ اپنا حق کسی کے پاس چھوڑتے تھے اور نہ دوسروں کے حق میں دست اندازی کرنا چاہتے تھے
آج کا حساب کل پر اور کل کا حساب پر کبھی نہ رکھتے تھے، انتظام، تدبیر، منزل، اوقات کی پابندی کاموں
کی ترتیب، مستعدی و استقلال ان کی خاص صفات تھیں، ان کی جزیسی اور کفایت شعاری بالکل
منہجی معنوی کے اس شعر کے مصداق تھی۔

اے با امساک کز انفاق بہ

مال حق راجز براہ حق مدہ

اگرچہ وہ فرائض و واجبات و سنن کے سوا نوافل و ادوار و وظائف کے زیادہ پابند نہ تھے
مگر جس قدر نوافل یا اذکار کا انہوں نے التزام کر لیا تھا۔ ان میں نفعوائے اَحَبِّ الْأَعْمَالِ
اَدْوَمُهَا کبھی فرق نہ آتا تھا۔

قبضہ پانی پت میں جو اولاد حضرت ابویوب انصاری صاحب الرجل اور ثانیہ شیخ الاسلام
خواجہ عبداللہ پیر ہرات کی چھ سو برس سے آباد ہے۔ مولانا بھی اسی قوم کے ایک کن تھے اس قوم میں
سنی اور شیعہ دونوں مذاہب کے آدمی شامل ہیں۔ مولانا مرحوم کو اپنی قوم کے بچوں، جوانوں و بوڑھوں
سے ایسی محبت تھی کہ ان کو دیکھ دیکھ کر بارغ بارغ ہو جاتے تھے۔ باوجودیکہ ان کی قوم کے آدمی نسبت
اور قوموں کے ان کے فیض صحبت سے بہت کم مستفیض ہوتے تھے اور ان کی خدمت میں کم حاضر ہوتے
تھے۔ بایں ہمہ جب کوئی شخص اپنی قوم کا مل جاتا تھا تو اس سے نہایت مہربانی اور عنایت اور محبت کے
ساتھ ملتے تھے، اور ہمیشہ دل سے اپنی قوم کی خیر خواہی کا خیال رکھتے تھے۔

محلہ کی مسجد جس میں مولانا مرحوم نماز پڑھا کرتے تھے اس کی مرمت کے لئے روپیہ کی ضرورت
تھی جو انصاریوں کے سوا کسی سے انہوں نے طلب نہیں کیا، البتہ اگر کسی نے غیر قوم کے لوگوں میں سے

لے۔ یہ مسجد بڑی مسجد کے نام سے مشہور تھی (اسمعیل)

اپنی خوشی سے کچھ دیا تو اس سے انکار بھی نہیں کیا اور جو کچھ کمی رہی وہ اپنے پاس سے پوری کر دی۔
غیر قوم کے لوگوں سے انہوں نے صرف اس خیال سے نہیں طلب کیا کہ محلہ کی مسجد کو خود بنانے اور
غیر قوم سے مدد لینے میں ان کی اپنی قوم کو دھبہ لگے گا مسجد کے برابر ایک مکان نواب امان اللہ
خان مرحوم انصاری کا تھا اس کو ان سے مانگ کر مسجد میں شامل کر دیا اور اس طرح مسجد کو خالص
انصاریوں کی امداد سے تیار کرایا۔ یہ بظاہر ایک ادنیٰ بات معلوم ہوتی ہے مگر یہی وہ چیز ہے جس
کے نہ ہونے سے روز بروز مسلمانوں کی تمام جماعتیں پر آگندہ اور کمزور ضعیف ہوتی جاتی ہیں۔
مولانا مرحوم کی سیدھی سادی اور بے تکلف وضع کو دیکھ کر ایک اجنبی آدمی اُن کو
اَحَدُ مِنَ النَّاسِ سمجھتا تھا مگر ہندوستان کے تمام اطراف و جوانب میں ان کے معتقدین
و مستشرقین گنتی اور شمار سے خارج تھے۔ ملک کے ہر حصے سے صدہا استفتاء اُن کے پاس
آتا تھا اور سینکڑوں آدمی بیعت کے لئے اُن کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ وہ بظاہر
مولویت کے لباس میں تھے مگر درحقیقت بہت بڑے شیخ تھے اور وہ جو کسی بزرگ کا قول ہے
کہ "قطبِ وقت کو پہاڑوں۔ جنگلوں اور ویرانوں کی تنہائی اور عزلت میں نہ ڈھونڈو بلکہ بازاروں
میں بال بچوں میں خرید و فروخت میں اور تمام دنیا داری کے تعلقات میں تلاش کرو سو یہ
قول مولانا مرحوم کی شان میں پورا پورا صادق آتا تھا۔ اُن کے نزدیک ترک و تجرید کا نام
فقر و درویشی نہ تھا بلکہ دنیا کو مزرعہ آخرت سمجھنا اور تمام دنیا کے معاملات حکم خدا اور رسول
کے موافق طے کرنا اور بے ہم و باہم رہنا اسی کو درویشی سمجھتے تھے۔ اُن کا حال اس شعر کا
مصدق تھا۔

پاک ہیں آلاشوں میں بندشوں میں بے لگاؤ

رہتے ہیں دنیا میں سب کے دریاں سب سے الگ

اگرچہ اخیر عمر میں بسبب ضعف و ناتوانی کے اوقات نماز کے سوا اور وقتوں میں
بہت کم باہر نکلتے تھے اور گھر میں ایک علیحدہ بالا خانے میں رہتے تھے مگر اپنی طاقت اور
قوت کے موافق اپنے تمام کام خود ہی سرانجام کرتے تھے۔

مولانا مرحوم دین کے معاملات میں اپنی رائے اور قیاس کو کبھی دخل نہ دیتے تھے بلکہ

جو کچھ شیوخ اور اساتذہ سے سنا تھا یا جس طریقہ پر ان کو چلتے دیکھا تھا یا جس طرح کتابوں میں پڑھا تھا۔ اُس سے سر مو تجاوز نہ کرتے تھے۔ تنہائی یا مجمع عام میں اگر کوئی ان سے کچھ مسئلہ پوچھتا تھا اور ان کو اس کا جواب سر دست معلوم نہ ہوتا تھا تو باوجود مرجع خلائق ہونے کے وہ صاف کہہ دیتے تھے کہ اس وقت مجھے معلوم نہیں۔ جب تک ان کو اپنے جواب پر نہایت اطمینان اور وثوق نہ ہوتا تھا کبھی زبان سے نہ نکالتے تھے۔

۶۱۸۵ء کے غدر میں وہ باندہ میں تھے۔ جہاں کے لوگ ان کے نہایت معتقد اور ان کے حکم بردار تھے تیس چالیس انگریز اور ان کے بچے اور میس باغیوں کے خوف سے ان کی پناہ میں آ گئیں۔ انہوں نے سب کو پناہ دی اور اپنے معتقدین کو حکم دیدیا کہ جہاں تک ہو سکے ان کی حفاظت کرو اور برابر ان کے کھانے پینے کی خبر لی۔ اور جنہوں نے جان کے خوف سے مسلمان ہونے کا ارادہ ظاہر کیا۔ ان کو قاعدہ کے موافق مسلمان کر لیا۔ چنانچہ وہ سب پناہ گیر مرحوم کے مدرسہ میں امن کے زمانہ تک رہے اور جب غدر رفع ہو گیا تو وہ بخیریت تمام اپنے اپنے ٹھکانے پر چلے گئے۔ ایک روز ان میں سے ایک شخص جو بہت بڑا افسر تھا اپنے اصلی لباس میں مولوی صاحب سے ملنے آیا۔ انہوں نے اسے مطلق نہ پہچانا چونکہ وہ شخص بھی مولانا مرحوم کے ہاتھ پر مسلمان ہو چکا تھا اور انہوں نے اس کا نام بھی مسلمانوں کا سا ہی رکھ دیا تھا اس نے اپنا وہی نام لیا کہ میں وہ شخص ہوں اس وقت مولانا نے پہچانا اس یورپین افسر نے کہا کہ آپ اپنے متعلقین کی طرف سے ایک درخواست لکھوا کر مجھ کو دیجئے کہ اتنے یورپین مردوں اور عورتوں اور بچوں نے ہمارے پناہ لی تھی اور آخر تک مولوی صاحب نے ان کو ہر ایک فتنہ اور حملہ سے بچایا۔ اس کے صلہ میں ہم کو سرکار سے جاگیر یا انعام ملنا چاہیے مولانا یہ سن کر مسکرائے اور فرمایا کہ میں نے اپنے مذہب کے موافق اس وقت تمہاری حفاظت اور حمایت کرنا ضروری سمجھی تھی سو اس کے موافق عمل کیا کہنا میرا فرض تھا۔ میں یا میری اولاد ہرگز اس کا عوض تم سے یا سرکار سے نہیں چاہتی تم اس کا خیال نہ کرو۔ یہ سن کر وہ افسر نہایت ادب اور تعظیم سے مولوی صاحب کو سلام کر کے رخصت ہو گیا اور مولوی صاحب چند روز کے بعد پانی پت چلے آئے۔

مولانا مرحوم کے شاگردوں اور مستفیدوں اور مستر شدوں کی تعداد دائرہ حصر و احصاء

سے باہر ہے۔ یہاں تک کہ ان کے بعض جلیل القدر شاگرد عرب میں بھی موجود ہیں۔ ازاں جملہ مولوی حبیب الرحمن سندھی بنگالی نزیل مدینہ جو ایک مدت سے مدینہ طیبہ میں رہتے ہیں اور جن کا تمام مدینہ کے علما و مشائخ ادب کرتے ہیں مولانا مرحوم کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں اور ان کا شیخ ہونے کی وجہ سے وہاں کے علما باوجود عدم ملاقات کے مولانا مرحوم کا نہایت ادب و تعظیم کرتے ہیں نہایت افسوس ہے کہ پانی پت ایک ایسے بزرگ سے خالی ہو گیا جو نہ صرف اہل پانی پت کے لئے بلکہ تمام مسلمانوں کے لئے باعث فخر تھا اور جس کا مثل آئندہ زمانہ میں پیدا ہونا محالاتِ عادیہ میں سے معلوم ہوتا ہے۔

فَمَا كَانَ قَبِيُّ هُلْكُهُ هَلْكَتْ وَاحِدٌ
وَلَكِنَّهُ بَنِيَانٌ قَوْمٌ تَهَدَّتْ مَا
یعنی قیس کا مرنا ایک آدمی کا مرنا نہ سمجھو بلکہ وہ قوم کی بنیاد تھی جو گر گئی۔

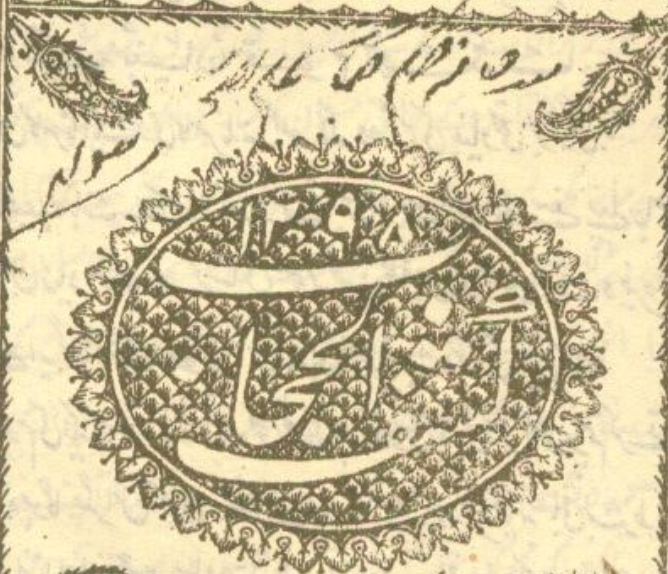
یہ ایک عجیب بات ہے کہ مولانا مرحوم نے انتقال سے تین چار ہفتے پہلے جامع مسجد میں جو درس فرمایا تھا اس میں زیادہ تر موت کے مسائل یعنی تجہیز و تکفین اور غسل میت وغیرہ تشریح کے ساتھ بیان فرمائے تھے، یہ گویا آخری وعظ تھا اس کے بعد پھر نوبت وعظ کی نہیں آئی۔

مولانا مرحوم کی ایک مستمرہ عادت یہ بھی تھی کہ اپنا درس ہمیشہ اس کلمہ پر ختم کرتے تھے "باقی میان الشاہد اللہ تعالیٰ آئندہ ہوگا" مگر اس آخری وعظ میں بجائے اس کے یہ فرمایا کہ "باقی بشرطِ زندگی آئندہ" عزیز بڑی حافظ اخلاق حسین سلمہ اللہ تعالیٰ برادر زادہ راقم نے جو کہ مولانا مرحوم کے شاگردوں اور متقدمین میں سے ہیں مولانا مرحوم کی تاریخ وفات قرآن مجید کے اس جملہ سے کہ لَكُمْ أَجْرٌ عَظِيمٌ نکالی ہے جس کو الہام کہنا چاہیے۔ ہمارے نزدیک یہ جملہ متبرکہ فرور بالفور مولانا مرحوم کی قبر پر کندہ کرانا چاہیے۔

راحمہ سرشتِ کردار
مولانا مرحوم الطحطاوی

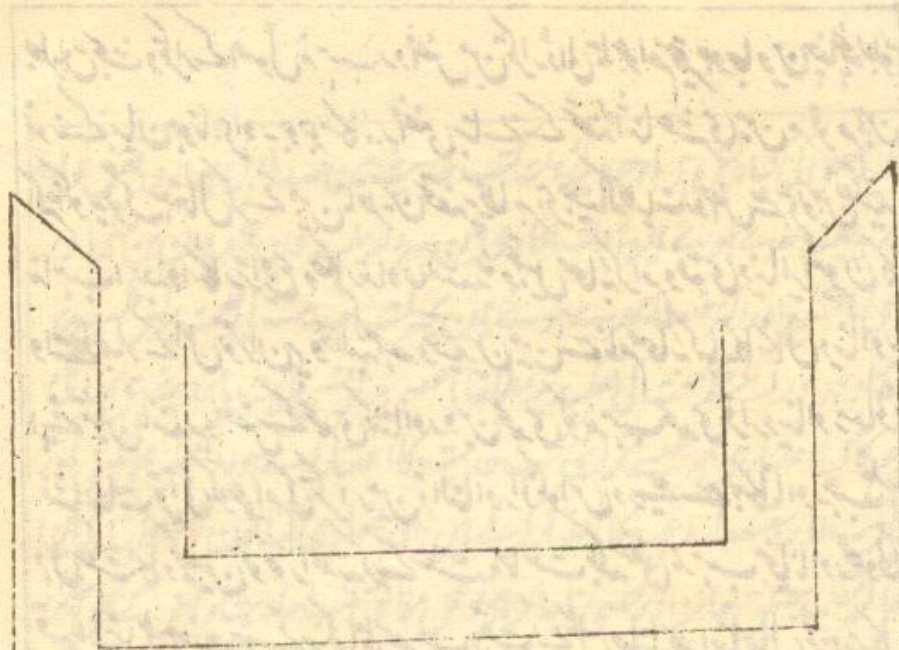
الْبَتَّاءُ وَالْمُتَبِعُونَ شَكَنَ فِي النَّارِ
اتَّبِعُوا الْأَعْظَمَ شَدَنَ فِي النَّارِ

از کتابه افغانی مولانا قاری محمد عبدالرحمن صاحب فی تہ نصاریٰ لہ فیض



حسب فراش صنف موصوف الصدر و ام فیضہ مطلق المال البید

مطبع بکاشہ رفیع لکھنؤ طبع



بسم الله الرحمن الرحيم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهِ مُحَمَّدٍ قَالِهٖ وَاصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ
 اما بعد بعض شخصوں نے متفکر کیا کہ یہ فرقہ نو حادث جسے اپنا نام غیر تقلید و حمدی رکھا ہے
 اور دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم عمل بالحدیث کرتے ہیں اور تقلید کو حرام و شرک کہتے ہیں اور قوت
 الزام کھانے کے قید شخصی کی بڑھاتے ہیں یہ فرقہ اہل سنت سے ہی یا موافق بعض اہل علم کے
 یہ روافض سے ہیں یا موحدین میں سے ہیں اسکا اظہار ہم چاہتے ہیں تو جانتا چاہیے کہ اب تک
 یہ فرقہ نام اتباع رسول لے لیتا ہو تو اس واسطے ہم او کو موحد نہیں کہہ سکتے ہیں مان ظن غالب
 یہی ہے کہ یہ لوگ قیقتے سے بغرض اغوائی اہل سنت کے اہل سنت میں مل رہے ہیں جب انھوں نے
 دیکھا کہ روافض معلن کے فریب میں اہل سنت نہیں آتے ہیں پردہ محبت اہل بیت کو اہل سنت
 جلد بھج جاتے ہیں تو ان لوگوں نے پردہ عمل بالحدیث کا اخراج کیا کہ اس پردے میں ہزار ہا
 اہل سنت گمراہ ہو گئے ہیں پہلے پہلے فقط بحث رفع یدین و امین قرأت خلف الامام میں اہل سنت
 ایسے ہیں مختلف فیہ تھے تکرار ال کر دھوکا دیا کہ ہماری غرض فقط عمل بالحدیث ہی کچھ ہے تہہ

بطریق بحث و تکرار کے اصول مذہب روافض میں تکرار ڈالی تا عوام مخیر ہو جاویں چنانچہ بطور
 نمونہ کے بیان ہوتا ہے اور جو جو مکابر رافضی بنانے کے تحفہ اثنا عشری میں مرقوم ہیں
 اکثر کو یہ لوگ استعمال کرتے ہیں ناظرین تحفہ پر ظاہر ہو جیسا کہ کلیات روافض سے ہر توہین تقلید
 مذاہب اربعہ و انکار تراویح و حکم رتداء عائشہ رضی اللہ عنہا پر عجل صحابہ کرام و فتویٰ دنیا پر ایمون کا
 واسطہ ہوا کے اہل توران پر و خطبہ جمعہ و عیدین میں سے نام صحابہ کبار کا نکال دینا اور
 اپنے متین مانند روافض کے محمدی کہنا اور دین محمدی کو مذہب محمدی قرار دینا اور معانی
 تشابہات قرآنی کو عوام کی تکرار میں ڈالنا اور ان کو اس ذریعے سے ہکانا اور جب غلبہ
 اہل سنت کا دیکھیں تو فوراً تفتیہ کر کے سنت جماعت بلکہ حنفی مذہب بخانا اور جھوٹی
 قسم اپنے اہل سنت ہونے پر کرنا پھر جب وقت نے محل جانا پھر اپنا جال نزدہ برکا
 عمل بالحدیث کے پردے میں پھیلانا اور ہر کام کو جھوٹ فریب و تفتیہ سے نکالنے کو
 عین ایمان سمجھنا چنانچہ اس اجمال کی تفصیل آگے بیان ہوتی ہے انشاء اللہ تعالیٰ اور
 عمل بالحدیث کے نام سے بالکل کلام اللہ کا رد کرنا یہ انھیں کا کام ہے جو جانتا چاہیے کہ
 یہ متقی تفتیہ کے پردے میں کہتے ہیں کہ تقلید مطلق حرام ہے علماء و اعتقاد بلکہ شرک ہے خصوصاً
 تقلید شخصی تو بالکل باطل ہے سو حقیقت یہ ہے کہ تقلید اعتقادی تو بڑی تحقیق کر کے حقیقت اور
 درست کرے اگر چہ ایمان مقلد کا نام درست ہے بوجہ آیت کریمہ **لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ أَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا**
فِي أَصْحَابِ السَّعِيرِ اور تقلید عملیات میں مجتہد کو جائز نہیں ہے اور تقلید عامی کو جائز
 بلکہ واجب غیر ہے مذہب اہلسنت میں یہ متقی لوگ جو کہتے ہیں کہ تقلید فقہای اربعہ کی
 حرام و شرک ہے کہ انکی تقلید کرنے پر کوئی آیت یا قول معصوم ہو سو ہم پوچھتے ہیں تم
 سند میں حدیث کتب احادیث کی لاتے ہو اور تم کہتے ہو کہ یہ حدیث فلاں کتاب میں
 ہے تو اس کتاب کے مصنف کے صدق پر کوئی دلیل آیت یا حدیث کی ہے کہ قرآن یا
 حدیث میں کہاں ہے کہ فلاں محدث صحیح کہے اور اسکو حدیث صحیح مانو اس تقلید مطلق

تقلید شخصی کی کیا دلیل ہو باوجودیکہ وہ کتب حدیث میں صد اہل ہوا و افضل خواج
 قدر یہ بھیجہ بھرے ہوئے ہیں اوت بخاری میں سرور از قدس و ن کامروان بن حکم اور
 مری بالشیخ اور اکثر ضعیف بھرے ہوئے ہیں پھر کتب حدیث کی صحت پر کس طرح
 اعتقاد ہو اور کس حکم صحت کی تقلید پر مطلقاً شخصی پر کوئی آیت یا حدیث ہو پھر انکی
 تصحیح کا کیا اعتبار ہو پھر جیسے تم اپنی کتب حدیث کا اعتبار کرتے ہو و افضل بھی طینی اور
 تندیب اور ہتھمار وغیرہ کا اعتبار کرتے ہیں اور بخاری کتابوں کو غلط بتاتے ہیں
 پھر اگر تقلید مطابق جائز اور شخصی ناجائز ہو تو عمل موافق کتب احادیث و افضل کے بھی جائز
 یا واجب ہو والا کوئی دلیل آیت یا حدیث سے ثابت ہو کہ و افضل کی حدیثوں پر
 عمل نہیں جائز اور اہل سنت کی حدیثوں پر جائز ہو تو جب تقلید شخصی نہ ہو تو ہر مختار
 مختار ہو چاہے احادیث و افضل پر عمل کرے چاہے اہل سنت کے احادیث پر جب
 عمل احادیث و افضل پر کرے گا و افضل خود بخود سو جائے گا پس مطلب قلبی مختار ہو یا
 ہو گیا کہ تم تقیہ کے پردے میں نہ اور عوام تقلید شخصی کو چھوڑ کر خود بخود و افضل ہو جائیں گے
 عقلاً کو غور کرنا چاہیے کہ یہ کیسا بڑا کید بڑی مذہب اہل سنت و شریعت محمدی کے واسطے
 ان و افضل تقیہ شعار تھے کیا ہوا ان متقی لوگوں سے ڈرنا اور جہاد نہنا چاہیے تحفہ میں
 باب مکائد میں دیکھو کہ یہ لوگ کس طرح مکائد کلی و جزئی کو واسطے اغوا اہل سنت کے
 استعمال کر رہے ہیں پہلی فصل مکائد کلیہ میں دیکھو کہ تمام طریقہ اغوا انکے کا طریقہ اغوا
 شیعہ کا ہو کہ بزرگان دین صحابہ و ائمہ حدیث و سلوک کو و علمای نامدار کو غیر مقلد کہتے ہیں
 اور بداعت کا اتھا کر تے ہیں اس فصل کو ملاحظہ کرو اختصار نقل نہیں کی گئی بطور نمونہ
 چند کائد جو شبہ تحفہ سے بیان کیے جاتے ہیں اور اختصار ترجمہ پر کفایت ہوتی ہو عوام
 ظاہر ہو جائے کہ یہ لوگ متقی و فاضل بغرض اغوا اہل سنت کے اہل سنت بنے ہوئے ہیں
 کید و ہم قبل از نقل ترجمہ مکائد سے ایک وریات بھی یاد رہے کہ ناظران اس تحریر کو

اہل سنت نہو یا متقی شیعہ ہو خیال نہ کرے کہ یہ سب علامات اس فتنہ میں پڑ جاتے ہیں
البتہ بعض بعض ہیں تو یہ تحریر غلط ہو سوا دوسرے کہ یہ سب علامات اور دلائل نہونے کا
ہر شخص میں ایک سبب ہو اور وہ یہ ہو کہ جو ان کے استاد کامل ہیں تو سبب کمال ہوشیاری اور
تقیہ کے علامات تشبیح کے اپنے اوپر ظاہر ہونے نہیں دیتے اور دعوت کرتے ہیں کہ ہم
اہل سنت ہیں بلکہ حقیقی ہیں جھوٹ کہتے ہوں یا تو یہ کہتے ہوں اور جو لوگ شاگرد و آموختہ
اور اون کی کم استعدادی سے تمام کمزوریاں خاطر ان کو تعلیم نہیں کیا بعض بعض مسائل اختلافی ہیں
ابھی ان کو ڈالا ہوتا رہتا رہتا ان کو گمراہ کرتے ہیں ایسے شاگرد و نرین یہ سب باتیں نہیں بانی
جاتی ہیں سبب ان کے نقصان استعداد کے بتدریج سب امور تعلیم ہوتے جاتے ہیں ان شاگردوں کی
کم ظرفی و عدم تحمل و تقیہ باعث عدم تعلیم کا ہو جس قدر قوت اخلا و تقیہ کی ان کو ہوتی جاتی ہو
او س قدر ان کو سہل و مخفی تعلیم ہوتے جاتے ہیں پہلے پہلے فتنہ فیدین اور آئین باہر رکھنا
کرتے ہیں جب آئین کامل ہو گئے قرآنہ خلف الامام کو بذریعہ احادیث مرجوحہ ضعیفہ کے
تعلیم کرتے ہیں پھر مضامین فتاویٰ کی تکرار سکھاتے ہیں پھر اعتقادات باطلہ استنبط
شاگرد کے تعلیم کرتے ہیں جسکی استعداد ناقص جانتے ہیں ان کو فقط چند مسائل سے اختلافی ہیں
مضبوط کر کے عوام سے لڑاتے ہیں تاکہ عوام اہل سنت میں اختلاف پڑ جائے اسے فقط اسی قدر
لڑائی اور اختلاف ڈالنے کا فائدہ ہو گا یہ لوگ راضی خالص بنے غرض ساری اس فتنے میں
سب یہ علامات اس سبب سے نہیں پائے جاتے کہ مذکور ہوا غرض ان یقینوں نے جیسی جیسی
استعداد پائی و سیاہی بھکایا ہو کوئی علم یا حدیث کے پردے میں پورا منغوی ہو گیا کوئی چند
فروع میں اونچک و دعویٰ علم الحدیث کا کر کے ابطال مطالب قرآن و حدیث میں کوشش کرتا رہ گیا
آگے نہ چلا اور عمل قرآن و حدیث پر خدا ہی تعالیٰ نے نصیب اہل سنت کے کیا ہوا انشاء اللہ تعالیٰ
قیامت تک رہے گا و اللہ متکبر و لو کہہ الکا فرون آب ترجمہ مکائد و افن کا سنو جسکو بولانا
شاہ عبد العزیز محدث دہلوی نے مکائد و افن میں لکھا ہے کہ بذریعہ ان مکائد کے

اہل سنت کو رافضی بناتے ہیں بعد ملاحظہ ان مکاتیب کے پھر نصف کو اس فرقے کے رافضی کہتے ہیں
 شک نہ رہے گا کید وہ ہم یہ جو کہ روافض کہتے ہیں کہ اہل سنت اپنے تئیں شیعہ جانتے ہیں
 اور دین میں اوس چیز کو جسکی خدا نے اجازت نہیں دی جو مشروع اور داخل کرتے ہیں معنی تفسیر کو
 نے دلیل حکم شرعی جانتے ہیں اور قیاس سے احکام شرع کو ثابت کرتے ہیں اور یہ طعن کی محقق ہے
 اہل بیت کے اماموں پر پڑتی ہوئی آخر اجواب کید سوطیوں یہ جو کہ ایک جماعت انکے
 علما کی نے اپنے تئیں محدثین اہلسنت سے ظاہر کیا اور علم حدیث میں مشغول ہوئے اور
 اہلسنت کے معتبر محدثین سے حدیثیں سنیں اور صحیح سندیں انکی یاد کیں اور ظاہر میں متقی اور
 پرہیزگار بنے رہے یہاں تک کہ طالب علموں کو اعتقاد سچا انکے حق میں پیدا ہوا اور افسوس
 شرع کی اور احادیث صحیح و حسان روایت کی اویسین اپنے موضوعات کو بھی جو مطابق
 اپنے مطلب کے بنا رکھے تھے داخل کر دیا اور اس کید انکے نے بہت خواہ اہلسنت کی
 راہ ماری عوام کا تو کیا ذکر ہی اس واسطے کہ قیصر درمیان احادیث صحیحہ و موضوعہ کے راویوں پر
 جو راوی سبب اس غل و فریب کے ایک ہو گئے تفسیر مشکل ہو گئی امتیاز صحیح و موضوع میں
 جاتی رہی لیکن جو غنایت تھی شامل علوم اہلسنت کے بھی انکے کر سے واقف ہو گئے ۱۱ انتہی
 فہم ہی طرح سید نذیر حسین صاحب اور حفیظ احمد خان صاحب کبھی کبھی سلسلہ پوچھتے
 یا کوئی لفظ جلالین کا پوچھنے کو جاتے تھے خدمت میں جناب مولانا اشفاق صاحب قس
 سرور کی اور بوقت ہجرت میان صاحب کے ایک ایک حدیث پانچ چھ کتابوں کی میان صاحب کو
 سنا کر ایک پرچہ بطور سند کے لے لیا اور حفیظ احمد خان صاحب کو قریب بھی نصیب نہیں ہوا
 پھر قطب صاحب میں سید نذیر حسین صاحب نے اپنے خسر کے پردے میں خلافت عثمانی کی
 درخواست کی جواب سخت شک کے نامیہ ہوئے اور پھر حضرت میان صاحب کے اپنے تئیں
 خفی مذہب جاتے رہے اور ابو حفیظہ کی طرف سے جواب دینے میں گرمی سے گفت و منہ
 آتا تھا پھر بعد ہجرت جناب میان صاحب کے جو دلی خالی پائی آپ محدث بن گئے اور

امام لا مذہبون کے ہو کر احادیث موضوعہ اور ماولہ اور منسوخہ کو رواج دیکر ایسی مسٹرک رافضی
 بنانے کی کمال دی کہ روح عبداللہ بن سبا کی بھی اپنی آفرین کہتی ہو اور غلط اپنے تئیں
 میا نصاحب کا شاگرد کہہ کر خلق کو بہکاتے ہیں بیان صاحب تو ان لوگوں کو ضال اور ضل
 کہتے تھے انکی امامت جائز نہیں کہتے تھے باوجودیکہ یہ دونوں صاحب مخالف مذہب جناب میا نصاحب
 کے ہیں کس طرح عوام انکو مقتدا الہ سنت کا جانتے ہیں اور کہتے ہیں کیہ تلمیذ **توان**
 یہ ہو کہ کسی شخص علمای زیدیہ کا یا کوئی عالم شیعہ کا سو اسی اثنا عشریہ کے نام لیوین پہلے پہلے
 اوسکے حال میں بہت مبالغہ کریں کہ وہ اہلسنت سے بڑا متعصب تھا بلکہ بعض نے کہا کہ
 کہ وہ سخت ناہمی تھا بھر اوس شخص سے ایسی روایت نقل کریں جس سے بطلان مذہب
 اہلسنت کا اور تائید مذہب امامیہ اثنا عشریہ کی ثابت ہوتا کہ دیکھنے والا دھوکا کھا دے
 اور گمان کرے کہ اگر یہ روایت صحیح نہ ہوتی تو ایسا متعصب ایسی روایت کو کیوں نقل کرتا
 مثل مخشری صاحب کشف کہ تفضیلی و معتزلی ہو اور خطب خوارزم کہ زیدی غالی ہو و ان
 قتیہ صاحب معارف کہ رافضی ہو انہی **ف** اسی طرح یہ متقی لوگ جس عالم کو چاہیں
 کسی مذہب کا ہو اوسکی پہلے تعریف میں لکھیں کہ یہ بڑا متعصب اہلسنت سے ہو پھر اوس
 روایات اپنی لا مذہبی کی تائید کے روایت کرتے ہیں یہ بات انکی تحریرات کی ناظرین پر
 ظاہر ہو گیا ہے کہ یہ جو جھوٹ مشہور کرتے ہیں کہ ایک لونڈی حبشیہ نے مجلس ہارون
 میں بحث مذہبی کر کے دلائل سے حقیقت مذہب شیعہ کی ثابت کی اور مذہب شیعہ کی بہت
 تعریف کی باوجودیکہ مجلس ہارون رشید کی علمای اہلسنت سے بھری ہوئی تھی کسی نے نہ
 اور جسے گفتگو کی الزام پایا ابو یوسف شاگرد ابو حنیفہ نے گفتگو کر کے الزام پایا غرض اس
 جھوٹی حکایت سے یہ ہو کہ مذہب اہلسنت ایسا ضعیف و داہی ہو کہ ایک کنیز حبشیہ بطل کر دیا
 اور کسی کو علمائے اہلسنت سے طاقت جواب کی نہوئی **ف** مختصر انتہی **ف** ابیہ طور بمثال او
 چند تقریریں طبع کی یاد کر کے مانند لشکر جنات کے شہروں اور قریات میں پھرتے ہیں بجا ہر

اس طرح کا یہ جو **ف** عوام کے ہر کانے میں لاندھبوں کی لفظ بلفظ ہی تقریر ہو اب انکے
 رافضی ہونے میں کیا شبہ رہا کہ یہ ہے بعض نے علمای روافض سے ایک کتب
 تصنیف کی اور میں اکثر شلخ اہلسنت کو لکھا کہ یہ سب امامیہ مذہب تھے اور ظاہر میں سنت عادت
 الخ انتی **ف** ای طرح لاندھب سب علمای دیندار کو لاندھب بتاتے ہیں ہمنے دیکھا کہ جناب
 مولانا امجد صاحب وعظ میں لاندھبوں کو ضال مضل فرماتے تھے اور یہ گمراہ باہر کل کر
 کہتے تھے کہ یہ انصاحب نے ظاہر میں کہہ دیا ہے والا مذہب میان صاحب کا وہی ہے جو ہم
 کہتے ہیں اور ایسا ہی ایک اور جمل کہتے ہیں کہ سوال کسی مسئلہ کا بنا کر اور اس کا جواب
 موافق اپنے مطلب کے لکھا علمای سابقین کے نام سے چھپاتے ہیں چنانچہ بعض
 مسئلے مولانا شاہ عبدالعزیز کے نام سے اور بعض مسئلے مولوی حیدر علی کے نام سے
 طے ہوا انصاحب چھپواتے ہیں تا عوام فریب کھا دیں اور جانیں کہ یہ علمای لاندھب
 حالانکہ تفسیر عریزی میں تقلید کو واجب مخیر عوام کے واسطے لکھا ہے اور جو شخص منع اق تحریر
 ان علماء سے واقف ہو اس عبارت ہی سے اس جمل کو پہچان لے گا اس جمل سے جتنی
 عوام کو گمراہ کیا ہے کہ یہ تو کہ بعضے سکار روافض کے سچ صحت معتبر حدیث کے
 داخل ہوتے ہیں اور ملازمت انکی اختیار کرتے ہیں اور اپنے مذہب بیزاری ظاہر
 کرتے ہیں اور اسلاف مذہب شیعہ کو برا کہتے ہیں اور مطاعین مفاسد مذہب شیعہ کے برملا
 ذکر کرتے ہیں اور تقویٰ اور دیانت اور توبہ اور خوش خصلتی اپنی ظاہر کرتے ہیں اور
 معتبر محدثین سے حدیث لینے کی رغبت ظاہر کرتے ہیں یہاں تک کہ طلبہ و علماء سے
 اہلسنت او کو معتبر و حلال جانتے ہیں اور او پر صدق کلام اور پاک دامنہ انکے کے
 و جمعی پوری حاصل ہوتی ہے اور سوقت روایات محدثین معتبر میں بعض موضوعات مؤید
 مذہب اپنے کے داخل کرتے ہیں یا بعض کلمات کو تحریف کر کے روایت کرتے ہیں تا کوئی
 خطی میں نہیں اور یہ سب بھی بڑے مکر و ن انکے سے ہے الخ انتی **ف** دیکھو یہ سب

باتمین اس کید کی سید نذیر حسین صاحب و حفیظ المد خان صاحب و مولوی عبد الحق صاحب
 بنارس پر برابر صادق ہیں پہلے خدمت مولانا اسحق صاحب کی میں معتقدانہ حاضر ہوتے تھے
 اور اپنے تئیں پکا اہلسنت ظاہر کرتے تھے اور جو کوئی ابو حنیفہ پر طعن کرتا تو ان وحدیث سے
 جواب دینے کا دعویٰ کرتے اور غصے کے مارے منہ میں کف آجاتا آدمی ہوا بلی سنت
 حنفی مذہب متقی شاگرد میا نصاحب کا خیال کریں اور معتقد ہو جاویں جب یہ اعتقاد
 آدمیوں کے ذہن میں جما دیا بعد ہجرت جناب مغفور کے اور دہلی کے خالی ہونے کے
 صلہ سے بد شیخ اپنا مذہب رواج دینا شروع کیا پر تقیہ بچھوڑا اور ہستہ ہستہ عوام کو
 رفض کی شرک پر ڈال دیا اور قرآن وحدیث سے عوام کا دل پھیر دیا عمل باحدیث کے
 پر دے میں صد ہا آیات واحادیث کو رو کر دیا لغو ذباہد من ہذا کہ یہ ہم کہ بعض
 روایات موافق اپنے مذہب کے ایسی کتاب سے نقل کرتے ہیں کہ اس کے مصنف کو آدمی
 اہلسنت خیال کرتے ہوں باوجودی کہ وہ اہلسنت نہیں ہی تھے ایسا ہی افسوس کے
 معنوی لوگ اپنی تحریات مضلہ میں اقوال مجلی بن حزم کے اور اقوال شیوخ کافی قاضی مدنی کے
 اور اقوال دراسات الہیہ وغیرہم کے نقل کرتے ہیں اور پہلے ان خلاف مذہبوں کی
 بہت تعریف کر کے عوام کے ذہن میں انکا اعتقاد بھلو دیتے ہیں اور ایسا ہی قول اہلسنت کا
 کہ جب حدیث ملے تو ہمارے قول کو مانو تو اس کلمہ حق کو اپنے مذہب باطل پر جاتے ہیں
 باوجودیکہ یہ قول الہ کا اپنے شاگردان مجتہدین کو تھانہ کجھڑے بھٹیارسے اوباش دہلی کو
 کیونکر کیسے حالانکہ جو قول انکا صریح قرآن وحدیث میں نہ ہو اور اس کے مضمون کا حکم
 بھی صریح نہ ہو تو وہ قول ماخوذ قرآن سے یا حدیث سے یا اقوال صحابہ سے ہو گا ایسے قول کو
 کس طرح کہیں گے عوام کو کہ تم رو کر نصحابہ و تابعین متبع تابعین کے تقلید کو ان روافض کے
 کہنے سے چھوڑ کر ان روافض کی تقلید کس طرح کریں اور ایسا دیندار کی تقلید چھوڑ دیں اور
 آیت **وَاتَّبِعُوا سَبِيلَ مَنْ أَكَابَ إِلَيْهِمْ** اور **الَّذِينَ كَفَرُوا** علیہم کو چھوڑ کر ان

بیت

ضالین کی کس طرح تقلید کرین طرفہ یہ جسکی تقلید سے منع کرتے ہیں اور اپنی تقلید کرانے میں
 سعی کرتے کرتے رہتے ہیں اور جسکی تقلید باطل ہو تو محمد میں کی بھی تقلید باطل ہو اور مطلق
 تقلید میں تقلید محمد میں روافض کی بھی جائز ہوگی والا تقلید محمد میں خاص کی پر کیا دلیل ہو
 کہ یہ ہو کہ طعن کرتے ہیں اہلسنت و جماعت پر کہ یہ مذہب ابو حنیفہ و شافعی مالک احمد کا
 اختیار کرتے ہیں اور امامون کا مذہب نہیں اختیار کرتے باوجودیکہ ائمہ احناف بالاتباع میں
 کئی دلیلوں سے اول یہ کہ امام حنبلہ کے مکررے رسول کے ہیں اور رسول اللہ کے گھر میں بیوی
 پائی اور طریقہ اور زمین شریعت کی بچپن سے یاد کین مثل مشہور ہو کہ اہل بیت اور یہاں
 دوسری یہ کہ ایسی حدیث میں جو اہلسنت کے نزدیک بھی معتبر ہو حکم آیا ہو کہ اہل بیت کی تعلیم
 کرو قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ائمتی تارک فیکم الثقلان ان تمسکتم
 بہما لن تصلوا بعیدی کتاب اللہ و عترتی اہل بیتی وقال رسول اللہ صلی
 اللہ علیہ وسلم مثل اہل بیتی فیکم مثل سفینتہ فخرتہ من رکبہا فنجی و من
 تخلف عنہا غرق یشری یہ کہ ہمہ گی امامون کی اور عبادت و تقویٰ و زہد انکا متفق علیہ ہو
 شیعوں و اہلسنت دونوں قابل ہیں بخلاف اوروں کے اور جسکی بزرگی پر اتفاق ہو وہی
 الیق ہو اتباع کا اوس سے کہ جسکی بزرگی میں اختلاف ہو جواب اس کید کا یہ ہوا بخ انتہی
 و فی ہی تقریر ان روافض جدید کی ہوا سی قدر فرق ہو کہ روافض قدیم اہل بیت کے
 پر دے میں بہکاتے ہیں اہلسنت کو اور یہ اہل باحدیث کے پر دے میں اہلسنت کو لہذا کہتے
 حامل دونوں کا کلمۃ حق قصیدہا الباطل ہو جسے خارجی علی بالقرآن کو بھیجیں ہو کہ
 حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دھوکا دیا کرتے تھے کہ یہ ہو کہ ایک جماعت شیعہ پہلوں
 کی فریب دیتی تھی احمقون بیوقوفون کو اسطرح پر کہ پاس ایسے دین و بزرگان کا بلین
 کثرت سے آمد و رفت کرتے تھے اور انکے گھر لایا جایا کرتے تھے تاکہ عوام کو گمان ہو کہ یہ
 انھیں و یا خالص ان بزرگوں کے ہیں اور روایات انکے اور انیہ دین سے معتبر جانیں

سیکھتے ہیں اور طعن کرنے میں فقہاء پر شاق اور مضبوط ہو جاتے ہیں پھر خود بخود تمام مولوی کا
 اپنے نام پر لگا کر اجازت تفصیل کی پا کر دیات و زیات کی طرف اہلسنت کے لباس میں
 جاتے ہیں تہتے سے گا تو گانوشہر شہر پھرتے ہیں اگر کوئی مسجد تکبیرہ خالی ملا اوہیں امام
 یا موزن یا تکبیر دار بن بیٹھتے ہیں اور ظاہر میں اپنے تئیں بڑا نیک بخت بناتے ہیں جب
 عوام جہال کو اپنا معتقد کر لیتے ہیں تو بتدریج لڑکوں اور جاہلوں کو خفیہ خفیہ بکاتے ہیں
 جو ان لڑکوں یا جاہلوں میں سے کچھ گمراہ ہو گیا او سکھ ظاہر کر کے اور جاہلوں سے لڑا دیتے ہیں
 اور پھر بر ملا تکرار پھیلاتے ہیں اور مسلمانوں میں کشت و خون کی نوبت پہنچتی ہو اور یہ
 اسی طرح اہلسنت بنے رہتے ہیں اگر کوئی مکرار کسی کی لڑائی کی انکے آگے پیش آئی تو کہتے ہیں
 کہ یہ لوگ حدیث پر عمل کرتے ہیں کچھ بڑا تو نہیں کرتے اور ہم ہمیشہ سے حنفی مذہب ہیں
 اس واسطے نہیں کرتے والا قرآن و حدیث کا مطلب تو وہی ہے جو یہ لوگ بے دین آئین ہیں
 و قرات خلف الامام وغیرہ کرتے ہیں بھلا رسول اللہ اور صحابہ کس کا مذہب رکھتے تھے
 پھر خفیہ آہستہ تکرار آیات تشابہات کی اور تحقیق خلافت اہلسنت کی ڈالتے ہیں تا اختلاف
 آیات احادیث و کتب بالکل مذہب اہلسنت سے معاند ہو جائیں اور راستہ لوگوں کو اسی
 تہتے میں اہلسنت بنے ہوئے اور جہال کے بھکانے کی فکر میں لگے رہتے ہیں زیادہ جو جو
 فساد مسلمانوں میں ان متقیوں نے تہتے کے پردے میں ڈالے ہیں سب گھاتے ہیں
 حاجت تحریر نہیں ہو بلکہ سنا گیا ہی ہے تحقیق نہیں ہو کہ چند مالدار نے جو عناد اہلسنت کا اختیار
 کیا جیسے والا جاہ بھوپال کے اور سوداگر وہلی والا ہو وغیرہ کے انھوں نے وہلی میں چند جمع
 کر دیا ہے اور خزانہ کر رکھا ہے تو جو مفلس عناد اہل سنت میں مولوی کا خطاب پاتا ہے کو
 واسطے اغوا کے کچھ تنخواہ اس خزانے سے ملتی ہو اگرچہ وہ بھیلہ امام و موزنی کے یہاں
 گنہ گن پیدا کر لے پر تنخواہ بلا تاغرض الاغوا و بہن پہنچتی ہو اور قدر قلیل لڑکوں کو دیکر
 آئین با بھر کا شور مچا دیتے ہیں تاکہ مساجد میں کسی کو حضور اٹھیں نہ رہے اور آپس میں مکرار

اہلسنت کی طرف سے
 کتنا ہونے والا ہے
 چنانچہ ان کو
 کیسی ہی طرح
 لہجہ و لہجہ
 اسی وقت کے
 نام کی کسی
 اور کسی کا
 کہیں نہ کہیں
 مذہب اہلسنت
 و قرات خلف
 امام وغیرہ
 کرتے ہیں
 بھلا رسول
 اللہ اور
 صحابہ کس
 کا مذہب
 رکھتے تھے
 پھر خفیہ
 آہستہ
 تکرار آیات
 تشابہات
 کی اور
 تحقیق
 خلافت
 اہلسنت
 کی ڈالتے
 ہیں تا
 اختلاف
 آیات
 احادیث
 و کتب
 بالکل
 مذہب
 اہلسنت
 سے
 معاند
 ہو
 جائیں
 اور
 راستہ
 لوگوں
 کو
 اسی
 تہتے
 میں
 اہلسنت
 بنے
 ہوئے
 اور
 جہال
 کے
 بھکانے
 کی
 فکر
 میں
 لگے
 رہتے
 ہیں
 زیادہ
 جو
 جو
 فساد
 مسلمانوں
 میں
 ان
 متقیوں
 نے
 تہتے
 کے
 پردے
 میں
 ڈالے
 ہیں
 سب
 گھاتے
 ہیں
 حاجت
 تحریر
 نہیں
 ہو
 بلکہ
 سنا
 گیا
 ہی
 ہے
 تحقیق
 نہیں
 ہو
 کہ
 چند
 مالدار
 نے
 جو
 عناد
 اہلسنت
 کا
 اختیار
 کیا
 جیسے
 والا
 جاہ
 بھوپال
 کے
 اور
 سوداگر
 وہلی
 والا
 ہو
 وغیرہ
 کے
 انھوں
 نے
 وہلی
 میں
 چند
 جمع
 کر
 دیا
 ہے
 اور
 خزانہ
 کر
 رکھا
 ہے
 تو
 جو
 مفلس
 عناد
 اہل
 سنت
 میں
 مولوی
 کا
 خطاب
 پاتا
 ہے
 کو
 واسطے
 اغوا
 کے
 کچھ
 تنخواہ
 اس
 خزانے
 سے
 ملتی
 ہو
 اگرچہ
 وہ
 بھیلہ
 امام
 و
 موزنی
 کے
 یہاں
 گنہ
 گن
 پیدا
 کر
 لے
 پر
 تنخواہ
 بلا
 تاغرض
 الاغوا
 و
 بہن
 پہنچتی
 ہو
 اور
 قدر
 قلیل
 لڑکوں
 کو
 دیکر
 آئین
 با
 بھر
 کا
 شور
 مچا
 دیتے
 ہیں
 تاکہ
 مساجد
 میں
 کسی
 کو
 حضور
 اٹھیں
 نہ
 رہے
 اور
 آپس
 میں
 مکرار

پھیلے اور فوجداری ہو ایسے ایسے فساد اور دنگے انکے گشتے ڈالتے ہیں اور آپ تقیہ میں
 چھپے رہتے ہیں انکو کوئی نہیں جانتا کہ یہ انکا فساد ہو بلکہ یہ شیوہ تقیہ بہت اہل علم و طلبہ نے
 اختیار کر لیا ہے کہ مسائل اختلافی میں سکوت کرتے ہیں اور اگر کوئی پوچھتا ہے تو کہتے ہیں کہ
 لوگ غیر مقلد سچ کہتے ہیں پس جاہل اس ایک بات متقی کے سے جلد بہک جاتے ہیں غیر
 ان متقیوں نے تقیہ کے پردے میں ہزار باعوام کو گمراہ کر دیا اور مذہب اہلسنت کا معاند کر دیا
 فائدہ جدید ہر ایک جانتا ہے کہ شیعہ سے غیر صورت تقیہ میں اگر کوئی اہلسنت پوچھتا
 کہ تمہارا کیا مذہب ہے تو کہتا ہے کہ جو رسول اللہ کا مذہب تھا ہمارا مذہب محمدی ہے چنانچہ
 پیلیوں کی تقلید ہم نہیں کرتے ہم رسول اللہ اور طبیعت معصوم کی تقلید کرتے ہیں یہی قول انکا ہے
 بلا فرق اور کہتے ہیں کہ قرآن و حدیث میں نہیں آیا کہ ابو حنیفہ شافعی مالک احمد کی تقلید
 کرو اگر تقلید کلی کا کچھ بتا لگے گا تو تقلید ان اماموں کی قید کہاں ہے نہ قرآن میں ہے نہ حدیث میں
 تو ان فقہامی شخص معین کی تقلید کہاں سے جائز ہوئی جسکی تقلید کو جی چاہا اور اسکی تقلید
 کر لی تو حاصل نکایہ ہو کہ کسی کی تقلید معین کی نہ کر ویر ہمارے یا ہمارے استاد کی تقلید کر پڑیا
 کہ انکی تقلید بھی جب ہی ہوگی جب انکے اس کہنے کو نہ مانیں اور تقلید کریں والا انکی تقلید
 معین کی ہو جائیگی علاوہ اسکے عدم تقلید معین میں بالکل میں برابر ہوتا ہے اس واسطے کہ
 تقلید بالکل خصوصاً شخصی حرام ہوئی اور ظاہر ہے کہ اس زمانے میں کسی کو ملاقات آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم سے اور اخذ قرآن و حدیث کا بلا واسطہ نصیب نہیں ہے تو خواہ مخواہ بواسطہ
 استاد یا استاد الاستاذ کے اوپر تک ہو گا تو تم میں کو اور حدیث کو استاد کی تقلید کر کے لوگ
 ہم پوچھتے ہیں کہ قرآن و حدیث میں کس جگہ آیا ہے کہ تم اپنے استادوں کی تقلید واجب جانو
 اور انکے غیر کی تقلید کو حرام جانو اور کتب حدیث اہل سنت کے صحیح میں اور کتب احادیث کثیر
 اور خواص اور نواسب کے غلط ہیں اس پر قرآن حدیث سے کیا دلیل ہو کہ میں قرآن
 و حدیث میں لکھا ہے کہ فلا فی فلا فی کتاب کو صحیح جانو فلا فی کو غلط جانو اور تمام کتب

حدیث میں سے صحاح ستہ کے اعتبار کرنے کی کیا دلیل ہو اگر کہو کہ تمام اہلسنت نے ان صحاح ستہ کو
 مانع سمجھا ہے تو ہم کہتے ہیں کہ فقہائے اربعہ کو بھی تمام اہلسنت نے مانع اور تبلیغ احکام رسول اللہ
 اور مرجع احادیث رسول اللہ محدث اہلناؤ کے سمجھا ہے اور خلاصہ عادیث کا بعد تصحیح مانع و منوع
 تاریخ کے نام فقہ ہے تو جب یہ اتفاق تمام اہلسنت کا فقہاء کے مقدمے میں مردود ہوا تو اتفاق
 تمام اہلسنت کا کتب حدیث کے مقدمے میں بدرجہ اولیٰ مردود ہو گا کہ فقہاء رسول خدا صلی اللہ
 علیہ وسلم سے قریب تھے کہ تابعین یا تبع تابعین ہیں اور مصنفین کتب حدیث رسول اللہ سے
 بہت دور ہیں اور کتب حدیث میں روایات کذابوں کی اور روافض و خارج و نوادر کے
 بھرے ہوئے ہیں بخاری میں بہت روایات دعوات منحنیہ سے موجود ہیں و شیخ المنذری
 مروان بن الحکم سے بخاری روایت رکھتا ہے پھر ان کتب حدیث کا کیا اعتبار رہا اور جبکہ
 یہ محدث صحیح یا حسن کہیں کم کس طرح اور کس دلیل سے لوہ حدیث کو صحیح یا حسن جاننے ہو
 قرآن حدیث میں کمان آیا ہو کہ جس حدیث کو یہ محدث صحیح کہیں وہ صحیح ہو یا وجہ یہ حدیث
 پہلے بڑے سے روایت کریں تو انکا قول معتبر ہو اور فقہاء کو فقط ایک راوی تابعی یا تبع تابعی کا
 دریافت کرنا اور اسکا ثقہ ہونا صحت حدیث کے واسطے کافی تھا اور انکا قول مردود ہوا سکیں
 سند ہو اور اسناد الرجال والون نے جو رجال کی حج تعدیل کی ہے اور جس حج تعدیل کو قبول کیا
 اور اس پر احکام مبنی کرنا اسکی کیا دلیل ہے سو اسی تقلید کے یہ سلسلہ بھی عدم تقلید میں داخل ہوا
 اور تمکو لازم ہوا ہر حدیث کی اپنے سند مع توثیق سب سوات کی اپنے سے اخفرت تک
 بیان کرو ہمکو الزاماً قول محدثین پر اعتبار نہیں والا تقلید شخصی کی دلیل بیان کرو اور اگر
 کہو گے یہ امر تو ممکن نہیں ہے تو ہم کہتے ہیں عدم تقلید شخصی بھی ممکن نہیں اور سنو کہ کیا دلیل ہو
 کہ کتب اہلسنت کا اعتبار ہو اور کتب شیعیہ کلینی وغیرہ کا اعتبار نہیں وہ بھی تو کتب حدیث کے ہیں
 حدیث میں واجب نہیں کہ اہلسنت کہیں تو مقبول ہو والا مردود ہو عدم تقلید میں لازم آیا
 جہاں سے حدیث پاوین رفضی ہو یا خارجی ہو علیٰ وجہ غم جب یہ بات سنو گے ظاہر میں تو

عاجز جواب میں ہو کر کہو گے کہ روافض خواجہ کی حدیث کا کیا اعتبار ہو اور دل میں جس
 ہو گے اور کہو گے کہ ہمارا مقصد دلی توبہ ہی ہو تقریر میں جواب نہ آیا بلا سے نہ آیا عوام کو قید
 شرع سے نکالنا منظور تھا سو حامل ہوا لہذا عوام کو انکے فریب سے بچنا واجب ہو اور
 انکے قول علی حدیث پر دھوکا نہ کھا ورنہ اس لفظ میں حذف مضاف ہی یعنی علی غلطان لفظ
 مراد ہی جیسا تقیہ میں خفی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور خفی مذہب جیسا ہو جیسا ہو بھی کو بھی
 خفی کہتے ہیں عوام انکے توریہ سے مذہب خفی اہلسنت کا سمجھتے ہیں اور یہ اپنے دل میں
 مانند شیعہ کے دین محمد اور کہتے ہیں اور مراد رکھنا انکا حذف مضاف کو سمجھا جاتا ہے انکے
 اعمال اور افعال سے لیکن اہل مقصود انکا جو برہمی انتظام شریعت محمدی کا ہی تو اس قسم کے
 لوگوں کے اعمال اور اعتقاد ایک طرح پر نہیں ہیں کہ ایک طرح پر ہونا یہ بھی ایک نظام ہو
 لہذا ہر شخص انکا ہر مقام کے مناسب جیسا چاہتا ہو وہ انکا کرتا ہو جو آیت متشابہ انکے موافق
 ہوئی ہو اسکو نص قطعی بتا دیا جو آیت محکم انکے مخالف ہوئی ہو اسکو متشابہ کہے اور اوتے ہیں
 اپنے مطلب کی حدیث کو وضعیف یا منسوخ یا موضوع ہو اسکو صحیح قوی بتاتے ہیں اور
 جو حدیث انکے مخالف ہو گو قوی صحیح موافق قرآن کے ہو اسکو غلط بتاتے ہیں یہ قاعدہ انکے
 ہر عالم جاہل کا ہی چنانچہ علامات رفض کے مسائل کو اس فرقے کے سب لوگ نہیں کرتے
 استادوں نے جسکو جیسا مناسب جانا ہو سکھایا ہو برساری علامتیں اس فرقے میں موجود ہیں
 اول تراویح کا انکار کرنا اور بدعت بتانا اور جو بعض مصنفوں سے غلطی سمجھ حدیث میں ہوئی
 اور آٹھ سنت اور بارہ سبب لکھ دینے اس غلط فہمی کو دست آور کر کے بعض تو مسلم نے آٹھ سنت
 اور بارہ سبب بتا کر اہل سنت کے ہاتھ سے بجات پائی کس حدیث میں آٹھ تراویح ثابت ہیں
 نماز تہجد کو تراویح پر حمل کرنا غلط فہمی ہی تہجد جدی نماز اور قیام رمضان جدی نماز ہو دوسرے
 صلاوت جمعہ کو نماز تہجد شمار و روافض ایران کا ہی اہل تورات سے لڑائی کو جہاد کہنا یہ عین سہ رو افنس
 ایران کا ہی جہاد مذہب جو چھپے محمدی بتا دین ہی قول روافض کا ہی مذہب اور دین کو

بعض دلی غلطی
 ۱۳

ایک جانتے ہیں اہلسنت کو خفی شافعی ہونے سے مشرک کافر جاننا یہ عین قول روافض کا ہی
سنن ماثورہ کو چھوڑ دینا یہ عین عمل شیعہ کا ہی و ضو میں کمینوں سے پانی ناخنوں کی طر
بہانا عمل روافض کا ہی مخالفت اہلسنت کو مذاہب اربعہ سے پہل حقیقت جاننا عین عقیدہ
شیعہ کا ہی جمع بین اہل سنت و اہل بدعت کا ہی روافض کا ہی ایک حدیث ہر آئین کی لکیر
قرآن کو رد کرنا یہ عین قول شیعہ کا ہی توجہ الی الخرج مرفوع عورت غیبت شوہر میں جو یہ
ہو جائے جب چاہے نکاح کرے یہ بدلہ متعہ کا ان لوگوں سے قرار دیا ہی اور مولوی عبدالحق
بنارس کا فتویٰ جواز متعہ کا میرے پاس موجود ہی مولوی عبدالحق نے بر ملا کہا عائشہ علی
رضی اللہ عنہا اگر توبہ نہ کی ہوگی تو مرد مری اور یہ بھی دوسری مجلس میں کہا کہ صحابہ کا علم ہم سے کہ تھا
اؤں کو ہر ایک کو پانچ پانچ حدیثیں یاد تھیں ہر کوئی کی حدیثیں یاد ہیں اختلافات متشابہات
مکرار رکھنا یہ عین عمل روافض کا ہی جھوٹ و دروغ اور مکر کو اپنا قاضی الحاجات بنانا عین
شعار روافض کا ہی باوجودیکہ ہر بات کا جواب دندان شکن قرآن اور حدیث سے پاتے ہیں
پھر دوسری مجلس میں وہی سوال پیش کرتے ہیں اور مشہور کرتے ہیں کہ ہمارے سوال کا
جواب کسی سے نہوا اور جس مجلس میں الزام اپنے جھوٹ کا کھا کر ذلیل ہوتے ہیں تو مشہور ہی
کرتے ہیں کہ ہمت الزام دیا اور ہمارے سوال کا جواب اہلسنت سے نہ بنا باوجود ذلت اوٹھانے
جھوٹا دعویٰ کرنے سے نہیں شرماتے یہ بھی بے شرمی روافض کی ہی یہ تو اول غیر مقلدین کا
حال ہی جو بے اختیار اور رعایا ہیں اور غیر مقلد یا اختیار کا حال سونے سے نواب والا جاہ پر
ہیاست بھوپال یہ تائین مذکورہ تو وہاں سب ہیں مگر کوئی شخص اہلسنت خفی ہو یا شافعی اور
کسی طور سے اسکا اور اقرار مقرر ہو پھر رئیس کو معلوم ہو جائے اہلسنت ہونا اسکا تو حکمت
علی سے اسکا اور اقرار موقوف کر دیں گے اور اس کے دشمن ہو جائیں گے تمام حکومت میں
حکم نام جاری ہو کہ تقرر کو سو دلاؤ اور عمل آیت فاذا نزل الحشر من اللہ و رسولہ
پر خوب ترویج غم کی خوب ہی شراب کا نکالنا چنا بڑا ملاکھوں روپیہ اس کے محصول کا

مدالہام اور والاجاہ کے خزانے میں داخل ہوتا ہو اور آیت اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالاَنْصَابُ
 وَالْاَنكَامُ مَرْجِسٌ بِرِجْسٍ عَمَلٍ مَّجْہُولٍ جہلی کی سرکار انگریزی سے بھی زیادہ زور شور سے
 جاری ہو تمام زمین اگل اگل بھرتاپ کی محصول ہر جنس کا لے لیا پھر محصول کس چیز کا لیتے ہیں
 زمین مزرعہ میں غلہ بچا کر محصول زمین کا دیاز میں غیر مزرعہ میں جو کھاس میں لے لیا کا محصول
 دو وہویشی سے اور کھی وہی بچا کر لیا اگرچہ سرکار انگریزی نے بسبب مخالفت دین کا ایک ایک
 چیز پر بار محصول لگایا اور طرح طرح کا ٹیکس لگایا پر یہ تو متقی لوگ دعویٰ اعلیٰ بالحدیث کا
 اور عدل اور انصاف کا کرتے ہیں تو یہ جہلی ہر چیز پر یعنی کسی مذہب کی حدیث میں نہیں کہ
 شاید حکم الناس علیٰ زمین ملو کہم حسب قانون انگریز کے حلال کر لیا ہو حدیث میں ہو جو دہر
 زمین موت کی گھاس پانی میں سب مخلوق شریک ہو متقی نے کوہستان کے ٹکڑے پر بھی محصول
 لگا دیا تھا حسب قانون انگریز کے لیکن رعیت کی وادیا سے بالفعل تو معاف کر دیا ہو جو
 معاف رکھیں گے پھر راہ بنی ریاست میں حکم عام دیا ہو کہ فیصلہ ایک گواہ اور ایک قسم کر دیا
 اور قرآن کی مخالفت صریح پر حکم دیا اور حدیث مسلم احمد سے بلا کھٹے یعنی حدیث کے حکم
 قرآن کا رد کر دیا اور حکم عام دیا کہ ہماری ریاست میں پابندی کسی مذہب کی مرعی نہو اب
 روافض سے بھی گزر گئے شہر بھوپال میں جو بڑا شہر ہو سوای ایام فصلی کے ایک دوکان کے
 سوا دوسری جگہ اگر غلہ سبکے تو متقی نہ ہوا ہو یا بوجب حکم ہتکار کے سرکاری غلہ بکتا ہو گا
 یا بطور لین سرکار انگریز کے اہل پیشہ اور تجار سے سرکار بھوپال لیتی ہوگی یہ بھی اعلیٰ
 بالحدیث کسی حدیث سے نکالا ہوا ہو جو جمع رجسٹری کا باغ مشتری وغیرہ پر اور خرچہ
 کا عندہ شام وغیرہ کا افسر دعویٰ پر دہم متقاضی میں کے اور طرح طرح کے رسوم تحصیل کے قانون
 انگریز کے جو نواب والا جام نے رعیت پر لگا رکھے ہیں یہ سب رسوم و ابواب ظلم صریح ہیں انکو
 بھی اعلیٰ بالحدیث جانتے ہوئے اور اس عمل سے آیت وَلَا تَاْكُلُوْا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ
 بِالْبَاطِلِ کو نسخہ سمجھے ہوئے اور سرکار انگریز پر کچھ شکایت نہیں ہو کہ مخالفت دین کے

باعث ان ظلموں کا ہو اور عمل باحدیث محمدی علیہ السلام کو بھی نہیں کرتے ہیں نواب والا جاہ نے جو جمعہ احکام
 خطبہ تصنیف کر کے اپنی ریاست میں اور اپنے موافق مذہبیوں کو حکم ترسیع اور پڑھنے کا دیا ہے
 اور نوکر صحابہ خلفاء امیہ و عباسیہ میں بدعت جاکر اور کاذب خطبے سے کمال ڈالا ہے اب
 کیا شبہ اس فریق کے افاضی ہونے میں باقی رہا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جو بنا قب
 خلفاء صحابہ کے خطبے میں بیان فرماتے تھے وہ بھی بدعت ہو گیا خلفاء کے افعال کو تو بدعت
 کہتے تھے رسول اللہ کے عمل کو بھی بدعت کر دیا سبحان اللہ کیا عمل باحدیث ہو سوا اسکے
 بعض علامات و خوارج کے بھی انہیں موجود ہیں چنانچہ ابو داؤد اب قتال خارج میں حدیث محمد بن کثیر کے
 آخر میں ہونان فی عقب هذا قوم یقولون القتل لا یجوز و زنا جرم ہم ہر قون میں
 الاسلام مروق السہم من الرمیۃ یقتلون اهل الاسلام و یدعون اهل الکفر
 لان انا والله ادرکتهم لا قتلہم قتل عاد انتہی اسی طرح ان تہقون کو روغن من سے اگر
 رہائی تھی تو بھی تھی مگر انکو نہ ہوا و نہ ہو سچ ہی نہ نصاریٰ سے نہ اور کفار سے خطا ہست سے
 دشمنی ہو جب اہل مذہب کا نام سننے میں جل جاتے ہیں خصوصاً ابو حنیفہ کے نام سے مارے
 غصے کے اختیار میں نہیں رہتے ایسا ہی نواب والا جاہ اگرچہ اہم شافعی و مالک کے نام سے بھی
 غصے میں آتے ہیں لیکن جب ابو حنیفہ کا نام سن لیتے ہیں تو مارے غصے کے اختیار میں نہیں رہتے
 تہقیر سے بھی صبر نہیں ہوتا حال قاتل سے غصہ یک پڑتا ہو باقی مفسد عقائد کے انکے کتاب
 دار الحق فخرہ میں لکھے ہیں و کچھ لو کہ قاتل وجہت کے ہیں خدا سے تعالیٰ پر کذب جائز رکھتے ہیں
 علی کل شیء قدیر کو دلیل لاتے ہیں محالات کو شیعہ میں داخل کرتے ہیں غرض کہ پیارے علامات
 تشیع کے اس فریق میں ہو جو اگرچہ سارے علامات شخص میں نہیں ہیں بلکہ کل علامات کل
 فریق میں ہیں اس واسطے کہ غرض اچھے استادین کی یہی ہے کہ شکوک میں عوام کو ڈال کے اختیار کیا
 کے ذریعے سے صاحبین عوام کو ادا بھڑا کے قید شرم سے رانی و کر دریا ہی بے قیدی و غیر قید
 انکو ڈال دین پھر انسانی سے قید رخص میں آجا و نیگے اور اگر کسی نے زیادہ ذہن کو لڑایا اور کسی

دین مذہب کو اختیار کر لیا خارجی نصرانی جہد ہوا و کاذب ہن لہجہ و یگا چلا جاوے گا جیسا اہل جامعہ
دہلی کے پہلے ہمنے او کوکل عدم تقلید کے طرف پایا تھا اور قیصر سے نماز اہنت کی یاد کرتے تھے اپنا کیا
کلام جو نے مذہب نچر یہ اختیار کیا ہی جو مقصر ہند نے واسطے اضلال اہل ہند کے ایک برزخ
درمیان نصر اور محمدیت و تمند کے نکالا ہی سو اب امام جو نے زیادہ ترقی کی اور حکام سے قربت
معموی پیدا کی اور عبادت صلیب سے جو جامع مسجد میں ہوئی ہوتا تشریف اور عوام بچار و کو خیر بن کہ امام
ہمارا کوٹل ہو غرض اس تحریر سے بیان علامات تشیع کا ان غیر مقلدین میں ہو مقصود ہمارا طاعت
یا سوال نہیں اس کے جواب میں کوئی اوقات ضائع نہ کرے کوئی اوس کا طفت نہوگا بلکہ اہنت کو مناسبت
اور اکثر علماء اہنت نے یہی بات پسند کی ہو کہ یہ غیر مقلد اپنے غیر مقلد مولوی سے سلسلہ لکھو کے
استمال میں اہنت کے روبرو پیش نہ کریں اور اگر کریں تو اہنت اوپر دستخط نہ کریں اور اگر کریں تو
مانند مسائل نوشتہ شیعہ کے جھگڑو دستخط نہ کریں بلکہ جب تک حسب دعوی اپنے کے آیت یا حدیث مخصوص
حسب لجزئی کے نہ ملاحظہ بھی نہ کریں اور سند کتب فقہ کی بطور ترقیہ کے جو لکھیں او سکے لحاظ سے
دستخط نہ کریں کہ کتب فقہ کو بدتر فضلہ کو کنگ سچا نہ تے نہ پھر یہ سند قبیل امہ شہیدان المنا فقہین
لکھا ذبوت ہوئی کہ تحریر مخالف اعتقاد کے ہر فقط والہ لیدی من اشار الی صراط مستقیم ایک
ڈاکٹر تیار لے مجھے بیان کیا کہ ایک شخص مت تک میرے پاس ملا پھر وہ لازم مذہب ہو مہوایں نے
پوچھا کہ تو کب سے لاند مذہب ہو او سے بیان کیا کہ میں قدیم سے لاند مذہب میں ترقیہ کر کے تمھارے
پاس رہتا تھا میں نے کہا کہ یہ ترقیہ کب درست ہو جواب دیا کہ درست ہی اس واسطے کہ مولوی جیسے
صاحب ہمارے پیشو فرماتے تھے کہ ہمیشہ سے میں ہی مذہب لکھتا ہوں ترقیہ کر کے ہمیشہ خدمت میں
مولا نا سچ صاحب کی جاتا تھا اور وہ مجھے اپنا مذہب لکھتا تھا اور میں مخفی اپنے مذہب پر ہمارا